تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جاری کردہ : اقتدار احمد مرحوم　　۱۳/ اگست ۱۹۹۷ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

اس راز خلافت کی تفسیر ہے پاکستان

علامہ شبیر بخاری

ملت کے مقدر کی تعمیر ہے پاکستان
اسلاف کی عظمت کی تصویر ہے پاکستان
آفاق کی وسعت میں رہ رہ کے جو کوندی ہے
باطل کے لئے حق کی شمشیر ہے پاکستان
ابھرا ہے افق سے پھر، خورشید صداقت کا
ظلمات جہالت میں تنویر ہے پاکستان
صد شکر کہ کام آخر تدبیر جناح آئی
بے لوث قیادت کی توقیر ہے پاکستان
افغانی و جوہر کی امید اسے کہئے
اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہے پاکستان
جو قلب مسلمان میں انگڑائیاں لیتا تھا
اس راز خلافت کی تفسیر ہے پاکستان
وقت است کہ اے مسلم از خواب گراں خیزی
وقت است کہ در عالم نقش دگر انگیزی

قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

اتنی بھی لجاجت کیوں

بھارت سے خوشگوار تعلقات استوار کرنا حکومت وقت کی اولین ترجیحات میں ہے' جس کا برملا اظہار وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنی پہلی فرصت میں کیا تھا۔ بھارت کے وزیر اعظم اندر کمار گجرال نے اس پیشکش کا خیر مقدم کرتے ہوئے بات کو مثبت انداز میں آگے بڑھانے کا تاثر تو دیا لیکن اس ضمن میں جتنی پیش رفت اب تک ہو چکی ہے اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو بھارت کی نسبت پاکستان زیادہ متمنی دکھائی دیتا ہے۔ میاں نواز شریف کبھی اندر کمار گجرال کی شرافت کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے اور کبھی گجرال کی جہلم سے آبائی نسبت کا حوالہ دے کر ان کی شفقت کو دعوت دیتے رہے۔ بہرحال اس پیار بھرے انداز کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ پاکستان اور بھارت کے خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کا پروگرام طے پا گیا۔ جون ۹۷ء کے دوران مذاکرات کا پہلا راؤنڈ اسلام آباد میں ہوا جس کے اختتام پر پاکستان نے اپنے موقف کی کامیابی کا ڈھنڈورا ایسے بھونڈے انداز میں پیٹا کہ خود پاکستانی قوم حیران ہو کر رہ گئی۔ پاکستان نے باضابطہ طور پر اعلان کیا کہ بھارت نے جموں و کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کر لیا ہے۔ یہ بیان صرف اخبارات ہی میں شائع نہ ہوا بلکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی فاتحانہ انداز میں نشر ہوا۔ دو روز ہی بعد سارا مزہ کرکرا ہو گیا جب پاکستانی اخبارات نے بھارتی سیکرٹری خارجہ سلمان حیدر' جو خود مذاکرات میں اپنی ٹیم کی قیادت کر رہے تھے اور بھارتی وزیر خارجہ کے بیانات شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کئے کہ "کوئی بات ہوئی تو پاکستانی مقبوضہ کشمیر اور شمالی علاقوں پر ہو گی"۔ "کشمیر کی یکجہتی پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا"۔ "بالاخر پاکستان ہمارے راستے پر چل پڑا"۔ "ہمارے کشمیر کا تو جھگڑا ہی نہیں' اصل معاملہ تو آزاد کشمیر کا ہے' اس پر بات ہو گی"۔ اس صورتحال نے ساری قوم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ پریشانی کے عالم میں لوگ اپنی حکومت کا موقف سننے کو بے تاب تھے کہ اگلے ہی روز ۲۷ جون کو اخبارات نے پاکستانی دفتر خارجہ کا بیان شائع کیا کہ "بھارت مکر گیا لیکن مذاکرات متاثر نہیں ہوں گے"۔ "سلمان حیدر کے بیان سے مایوسی ہوئی البتہ مشترکہ اعلامیہ میں گنجائش موجود ہے کہ مستقبل کے قابل ذکر معاملات بھی فہرست میں شامل کئے جا سکیں"۔ تاہم پاکستانی دفتر خارجہ نے بھارتی وزیر خارجہ اور آرمی چیف کے بیانات پر جو زیادہ پریشان کن تھے' تبصرہ کرنے سے گریز کرنا۔ ڈپلومیسی اپنی جگہ' حالات کو بگڑ جانے سے بچا لینے کی حکمت اپنی جگہ مگر بھارت کے حضور اتنی بھی لجاجت کس لئے؟ قوم اس مخمصے سے ابھی نجات نہ پا سکی تھی کہ کامیاب صنعت کار' تاجر برادری کے منظور نظر اور عملی اقتصادیات کے ماہر جناب میاں محمد نواز شریف کی حکومت نے پاکستان اور بھارت کا مشترکہ ایوان صنعت و تجارت بنانے کا دانہ ڈال دیا۔ عملی طور پر بات یہاں تک پہنچی کہ ۲۹ جولائی ۹۷ء کو لاہور میں پنجاب ہریانہ دہلی چیمبر اور لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے مشترکہ سیمینار میں ایک کوئنگ کمیٹی بنا دی گئی جو دونوں ملکوں کے مشترکہ ایوان صنعت و تجارت بنانے کے فیصلے کو عملی شکل دینے کے لئے کام کرے گی۔ مذکورہ سیمینار میں جن اصولوں پر مکمل اتفاق رائے پایا گیا وہ یہ تھے۔ "دونوں ملک ماضی بھول جائیں' اختلافات کم کر کے تجارت شروع کریں' دونوں ملک تجارتی پابندیاں ختم کرتے ہوئے براہ راست تجارت کو فروغ دیں"۔ بھارت سے پیار و محبت کی اس نئی پینگ پر بیٹھے خوش و خرم ارباب اقتدار کو قوم ابھی حیرت سے دیکھ ہی رہی تھی کہ ۳/ اگست ۹۷ء کو ملائشیا سے واپسی سفر کے دوران جناب وزیر اعظم کا یہ بیان شائع ہوا کہ "بھارت سے ہتھیاروں کی نہیں اقتصادی ترقی کا مقابلہ ہو گا"۔ وزیر اعظم کے اس پالیسی بیان کو بھارتی وزارت دفاع کے ماہرین اور ان کے آرمی چیف کے بیانات کی روشنی میں بغور دیکھا جائے تو ایک جانب سینہ زوری اور دھونس بازی کا انداز نظر آتا ہے اور ہماری جانب بے کسی و بے بسی کا عالم ہے' اور چھوڑیئے خود بھارتی وزیر اعظم اندر کمار گجرال جو میاں نواز شریف کی نظر میں بڑے شریف آدمی ہیں کا ۳۱ جولائی کو شائع ہونے والا بیان ملاحظہ کیجئے۔ انہوں نے کہا "پاکستان بھارت کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے"۔ کیا پھر بھی ہم توقع رکھتے ہیں کہ اس الزام کے باوجود بھارت اپنی دفاعی تیاریوں میں کمی کر دے گا جو ہم نے اپنے دفاعی بجٹ میں کمی کر دینے کی قسم کھا رکھی ہے؟ میاں نواز شریف تو تاحال دبے الفاظ میں دفاعی بجٹ کم کرنے کے امکانات پر بات کر رہے تھے کہ ریٹائرڈ ایئر مارشل نور خان نے اس لابی کی نشاندہی کر دی ہے جو بھارت کے مقابلے میں پاکستان کی موجودہ صلاحیت کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بھارت نے کبھی جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کی پہل ان کے کہنے کے مطابق پاکستان نے کی لہٰذا اگر پاکستان کی مسلح افواج میں ۲۵ فیصد کمی کر دی جائے تو دفاعی صلاحیت متاثر نہیں ہو گی۔ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان بھی ان کے ہم نوا ہیں جو غیر تسلی بخش اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لئے دفاعی بجٹ میں خاصی کمی کے حامی ہیں۔ سندھ کے موجودہ گورنر ریٹائرڈ جنرل معین الدین حیدر اور سابقہ وزیر مملکت برائے دفاع ریٹائرڈ کرنل غلام سرور چیمہ بھی ایسی ہی سوچ کے حامل ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وزیر اعظم نے یہ لابی اپنے موقف کی تائید میں تیار کی ہے یا پہلے سے موجود اس لابی کے نقطہ نظر کو اپنا لیا ہے' صورتحال سنجیدگی اور متانت کا مطالبہ کرتی ہے۔ اگرچہ اخبارات نے ریٹائرڈ سینئر فوجی افسران کے جوابی ردعمل کو شائع کرنا شروع کیا ہے اور دانشوران قوم کے تبصرے بھی سامنے آ رہے ہیں تاہم درپیش معاملے کا یہ کوئی معنی خیز حل نہیں۔ مسئلے کی سنگین نوعیت کا تقاضا ہے کہ قومی اسمبلی کے بند سیشن میں اس پر تفصیل سے بحث کی جائے۔ اس کے علاوہ تمام پارٹیز کے سربراہان کے خصوصی اجلاس میں بھی اس پر غور کیا جائے۔ ڈیفنس کونسل بھی اپنا رول ادا کرے۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد جو پالیسی تشکیل پائے اس پر دیانتداری سے عمل درآمد ہو۔ آئین کی صرف چودھویں ترمیم کے زعم میں قوم کو اندھے کنوئیں میں دھکیل دینا سنگین غلطی ہو گی۔

اداریہ

عاکف سعید

پاکستان میں اسلام کیوں نہیں آسکا؟

پاکستان کو قائم ہوئے سن عیسوی کے لحاظ سے ۱۴/اگست ۱۹۹۷ء کو ٹھیک پچاس برس مکمل ہو جائیں گے جبکہ قمری حساب سے آئندہ ۲۷/رمضان المبارک کو باون برس ہو جائیں گے۔ گویا قیام پاکستان کو پورا نصف صدی کا عرصہ بیت چکا ہے' غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اس خداداد ریاست میں آج بھی اسلام سرنگوں اور پامال کیوں ہے؟ پاکستان بنانے والے بھی مسلمان تھے اور پاکستان میں بسنے والی غالب اکثریت بھی مسلمانوں پر مشتمل ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ نصف صدی گزرنے کے بعد بھی یہاں اسلام نہیں آسکا؟ ظاہر بات ہے کہ اس کا الزام صرف چند افراد کو دینا حقیقت سے چشم پوشی کے مترادف ہو گا' یہ پوری قوم کی مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہے اور اس جرم میں قوم کے تمام افراد اور طبقات اپنے اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے شریک ہیں۔ قوم کی قیادت کے منصب پر فائز لوگ' خواہ وہ سیاسی قیادت ہو یا مذہبی' یقیناً زیادہ قصوروار ٹھہریں گے اور عوام الناس نسبتاً کم درجے کے مجرم شمار ہوں گے' لیکن کوئی بھی اس جرم سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

پاکستان کا قیام عالم اسباب میں مسلم لیگ کی جدوجہد کا مرہون منت تھا۔ لیکن مسلم لیگ کو سیاسی جماعت کے بجائے ایک تحریک کہنا زیادہ درست ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی پاکستان قائم ہوا' تحریک کا جوش سرد پڑ گیا اور مسلم لیگ پر اضمحلال طاری ہو گیا۔ اس کی تلافی کی یہ مصنوعی صورت اختیار کی گئی کہ مسلم لیگ کی صدارت اور ملک کی وزارت عظمیٰ کو ایک ہی شخص میں جمع کر کے قومی جماعت کو حکومت کا سہارا دیا گیا لیکن ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق مسلم لیگ کی جڑیں عوام میں کمزور پڑتی چلی گئیں' یہاں تک کہ جلد ہی وہ صرف سرکار دربار کی زیبائش و آرائش کا ذریعہ بن کر رہ گئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کی ملکی سیاست صرف وڈیروں' جاگیرداروں' نوابوں اور قبائلی سرداروں کے ذاتی مفادات کا کھیل بن کر رہ گئی جس میں جلد ہی انگریز سے ورثہ میں ملنے والی سول اور فوجی بیوروکریسی بھی شامل ہو گئی۔ وہ دن اور آج کا دن' پاکستان میں ان تینوں کو اقتدار کے مستقل ستونوں کی حیثیت حاصل ہے (اگرچہ حال ہی میں سرمایہ دار طبقہ کو بھی اس میں شرکت حاصل ہو گئی ہے) چنانچہ ایک مخصوص حکمران طبقہ وجود میں آگیا جو لیبل بدل بدل کر اقتدار میں آتا رہتا ہے اور جس کا سوائے اپنے مفادات کے تحفظ اور مراعات کے حصول کے' کوئی منشور ہے نہ نظریہ۔

اس ضمن میں یہ اہم حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ مذہبی جذبہ جو پاکستان کے قیام کا موجب بنا تھا وہ اب پاکستان میں اسلام کے نفاذ اور اس کے بقاء اور استحکام کا ضامن نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت مقابلہ غیر مسلموں سے تھا' لہٰذا ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو اور مسلمانوں کا سا نام رکھتا تھا' قومی تحریک میں نہ صرف شامل اور شریک ہو سکتا تھا بلکہ اس کے قائدین تک کی صفوں میں بار پا سکتا تھا' قطع نظر اس سے کہ اس کے اسلام' اخلاق اور کردار کا عالم کیا تھا۔ اس وقت تو نعرہ یہ تھا کہ —— مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ —— مگر قیام پاکستان کے بعد یہاں نظام اسلامی کے نفاذ کے لئے وہ حقیقی اسلامی جذبہ درکار تھا جو انسان کے کردار و اخلاق کو صحیح اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

عوام کا اسلام کے ساتھ عملی تعلق پہلے بھی بالعموم کوئی قابل رشک نہیں تھا لیکن پاکستان بننے کے بعد رہا سہا بھرم بھی اٹھ گیا۔ جس کی ایک وجہ تو قیام پاکستان کے دوران نقل آبادی کے نتیجے میں شروع ہونے والا جعلی کلیموں اور الاٹمنٹوں کا چکر تھا جس نے دیانت و امانت کے تصور کی بیخ کنی میں اہم کردار ادا کیا۔ دوسرے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پھیلائے جانے والے ملحدانہ افکار و نظریات اور مادہ پرستانہ طرز عمل کے اثرات تھے جنہوں نے پورے معاشرے کو پراگندہ کر دیا۔ چنانچہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ آپ اگر اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ اس کی غالب اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کا دین و مذہب کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا' ماسوائے چند ناگزیر تمدنی اور سماجی امور کے' مثلاً شادی بیاہ' تکفین و تدفین سے متعلق رسومات اور کچھ مذہبی تہوار وغیرہ۔ البتہ ایک قلیل تعداد ان لوگوں کی ضرور ہے جو دین و مذہب سے عملی دلچسپی رکھتے ہیں' لیکن ان کی اکثریت کا تصور دین بھی اکثر و بیشتر نہ صرف محدود ہے بلکہ مسخ شدہ بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کے نام پر نت نئی رسومات ایجاد ہوتی رہتی ہیں اور بدعات و رسومات کا بازار گرم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین کا ہمہ گیر تصور رکھتے ہیں اور وہ اسلام کو مذہب نہیں' ایک دین سمجھتے ہیں اور ان کے دل میں احیائے اسلام کی آرزو اور اقامت دین کی تمنا بھی موجود ہے لیکن ان کی اکثریت کا بھی یہ حال ہے کہ وہ خود کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اب آخر میں آئیں اس طبقے کی طرف جس کی طرف اسلام کا نام آتے ہی ذہن فوراً منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طبقے میں ہماری آبادی کا بمشکل ایک فیصد بلکہ شاید اس سے بھی کم تعداد شامل ہے۔ یہ دینی طور پر متحرک لوگوں کا وہ طبقہ ہے جو بہت سی مذہبی یا نیم دینی یا نیم سیاسی جماعتوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے دو تو "جماعتیں" ہیں اور کم و بیش نصف درجن "جمعیتیں" ہیں' جن کی تقسیم در تقسیم کا سلسلہ کچھ ایسا پیچ در پیچ ہے کہ عام آدمی کی سمجھ میں آنے والا نہیں۔ مذہب کی نام لیوا' بلکہ علمبردار جماعتوں اور جمعیتوں کے ضمن میں سب سے بڑا المیہ ان کا باہمی اختلاف بلکہ مخالفت ہے جو حد درجہ مکروہ الزام تراشی بلکہ دشنام طرازی کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جس نے نوجوان نسل کو اس طبقے سے ہی نہیں دین و مذہب سے بھی متنفر اور بدظن کر دیا ہے۔ بالخصوص جب سے ہماری دینی جماعتوں نے انتخابی سیاست کے میدان میں قدم رکھا ہے' فرقہ وارانہ اختلافات کی شدت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ ان میں سے ہر پارٹی اسلام کے نام پر ووٹ مانگتی ہے اور ہر ایک کو اپنا اسلام دوسروں سے الگ دکھانا پڑتا ہے۔ جس کا سارا فائدہ سیکولر جماعتوں کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ جس مایوس کن شکست کا سامنا مذہب کے نام لیواؤں کو ملک کے عام انتخابات میں کرنا پڑتا ہے اس میں بہت حد تک دخل اس باہمی تفرقہ بازی اور سر پھٹول کو حاصل ہے۔ یہ وہ چند نمایاں عوامل ہیں جو پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

پاکستان میں اس وقت گولڈن جوبلی کی تقریبات منائی جا رہی ہیں لیکن تشویشناک امر یہ ہے کہ اس کے بقاء اور استحکام کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ پاکستان کی بقا اور استحکام صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ نظام خلافت یعنی اسلامی نظام کا قیام و نفاذ ہی ہمارے استحکام اور ترقی کا ضامن بن سکتا ہے لیکن افسوس کہ اسلام کی جانب پیش رفت کی کوئی بھرپور اور موثر کوشش تا حال دکھائی نہیں دیتی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صرف اور صرف اسلام کا نظام زندگی ہی عدل اجتماعی کا ضامن ہے۔ آج بھی نوع انسانی ایک صحیح معنوں میں عادلانہ اور منصفانہ نظام کی پیاس شدت سے محسوس کرتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان کسی خطہ زمین میں اس نظام کو بالفعل قائم و غالب کر کے اس کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ کاش کہ یہ سعادت مملکت خداداد پاکستان کے حصے میں آئے۔ لیکن اگر ہم یہ نہ کر سکے تو دنیا کی نگاہ میں بھی مجرم ٹھہریں گے اور آخرت میں بھی سخت ترین باز پرس ہم ہی سے ہو گی۔ اعاذنا اللہ من

آمرانہ ذہنیت کے حامل حکمرانوں نے عدلیہ کو گھر کی لونڈی بنانا چاہا

جسٹس سجاد علی شاہ کی سربراہی میں سپریم کورٹ نے اپنے تاریخ ساز فیصلے سے عدلیہ کو مضبوط بنیاد فراہم کردی ہے !

باکردار ججوں نے عدلیہ کے تقدس کی خاطر وقت کے فرعونوں سے ٹکرانے سے بھی گریز نہیں کیا

حکومت کراچی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے سپریم کورٹ سے مدد حاصل کرے

پاکستان کی تاریخ میں عدلیہ کے کردار کے موضوع پر مرزا ایوب بیگ کا بھرپور تجزیہ

دنیا میں جمہوریت بحیثیت طرز حکومت متعارف ہوئی تو انتظامیہ ' مقننہ اور عدلیہ اس کے تین بنیادی ستون قرار پائے۔ مقننہ کی ذمہ داری قانون سازی قرار پائی اور عدلیہ کی ذمہ داری ان قوانین کی تشریح اور یہ جائزہ لینا کہ آیا قانون سازی آئین کی حقیقی روح اور بنیادی مقاصد سے متصادم تو نہیں ' علاوہ ازیں شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ بھی عدلیہ کی ذمہ داری ٹھہری۔ انتظامیہ کا فرض یہ ٹھہرا کہ وہ مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کو عدلیہ کی تشریح کے مطابق نافذ کرے اور امور مملکت چلائے۔ یعنی قوت نافذہ تو انتظامیہ کے پاس ہوگی لیکن وہ ملکی قوانین کے دائرے میں رہنے کی پابند ہوگی اور قوانین کی وہ تشریح تسلیم کرنے کی پابند ہوگی جو عدلیہ کرے گی۔ عدلیہ بھی قانون کی تشریح کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار نہیں کرسکتی جس سے کوئی نیا قانون جنم لے لے۔ جدید ریاست میں صحافت نے جمہوریت کے چوتھے ستون کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ آزاد صحافت نے محلاتی سازشوں کا خاتمہ کرنے میں بڑی مدد دی اور ابلاغ عام کی وجہ سے ان اداروں کے لئے اپنی حدود سے تجاوز کرنا انتہائی مشکل بنادیا۔

پاکستان نے غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے جمہوریت ہی کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور یہ کہنا صدفی صد درست ہے کہ نظریاتی ملک ہونے کی بنا پر اگر اسلام پاکستان کا باپ ہے تو جمہوریت کے بطن سے پیدا ہونے کی وجہ سے جمہوریت پاکستان کی ماں کہلانے کی حقدار ہے لیکن اقتدار کو ذات میں مرتکز کر لینے کی خواہش نے جمہوریت کے ننھے پودے کو ہمارے ملک میں توانا درخت بننے نہ دیا۔ اس جمہوریت کش رویے سے شدید ترین نقصان عدلیہ کو پہنچا۔ آمرانہ رویہ رکھنے والے حاکموں نے عدلیہ کو اپنے گھر کی لونڈی بنانا چاہا۔ حاکموں نے چاہا کہ ان کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ کو قانون کا درجہ دیا جائے اور ان کی خواہش کی تکمیل اور ان کے مفاد کے لحاظ کا نام انصاف ہو۔ اپنی فرعونیت قائم کرنے اور اپنی انانیت کی تسکین کے لئے وہ نہ صرف صالح اور فرض شناس ججوں کے لئے فرائض کی ادائیگی عذاب بنادیتے بلکہ ان کی ذاتی زندگی میں بھی غیر شائستہ انداز میں مداخلت کرتے۔ وطن عزیز پاکستان میں یہ شرمناک واقعہ بھی ہو چکا ہے کہ ایک ماتحت عدالت کے جج کو اس کی اپنی عدالت سے ہتھکڑیاں لگا کر باہر لایا گیا۔ پاکستان کی عدلیہ پر یوں بھی شب خون مارا گیا کہ ایک مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اپنے حکم نامے کے ذریعے تمام اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو اگلی صبح ایک نیا حلف نامہ پڑھنے کو کہا۔ یہ حلف نامہ آئین کی روح کے بھی خلاف تھا اور پڑھنے والے کی انا بھی مجروح ہوتی تھی۔ اس حکمنامے میں واضح کیا گیا تھا کہ جو جج نیا حلف نہیں اٹھائے گا اس کی ملازمت برقرار نہیں رہے گی۔ لطیفہ کی بات یہ ہے کہ بعض ججوں کو نیا حلف نامہ اس خوف سے بھجوایا ہی نہ گیا کہ کہیں وہ حلف اٹھانے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ اس طرح ناپسندیدہ ججوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ نئے ججوں کی تقرریاں میرٹ اور اہلیت کی بنیاد کی بجائے ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر ہونی شروع ہو گئیں اور انصاف کی کرسی پر انصاف کے بیوپاری براجمان ہو گئے اور ترازو کے ایک پلڑے میں رشوت ' سفارش اور حکم حاکم بطور باٹ کے استعمال ہوتے رہے۔

پاکستان کی عدلیہ کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس کا آغاز انتہائی شاندار تھا۔ میاں عبدالرشید پاکستان کے پہلے چیف جسٹس تھے۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خاں نے ملک کی اعلیٰ شخصیات کے اعزاز میں وزیراعظم ہاؤس کراچی میں چائے کی ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ تمام اداروں کے سربراہ اور ممتاز سیاست دان مدعو تھے۔ چیف جسٹس آف پاکستان کو بھی دعوت نامہ موصول ہوا جس کا جواب انہوں نے کچھ ان الفاظ میں دیا۔ "محترم وزیراعظم پاکستان ' السلام علیکم ' آپ کا دعوت نامہ موصول ہوا جس پر میں آپ کا دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ میں ضرور حاضر خدمت ہوتا لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ ایک مقدمہ حکومت پاکستان کے خلاف میری عدالت میں زیر سماعت ہے۔ ایسی صورت میں میری وزیراعظم ہاؤس میں حاضری سے انصاف کے تقاضے مجروح ہوسکتے ہیں۔ شکریہ"۔ ایسی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ ہمارے باکردار ججوں نے عدلیہ کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے وقت کے فرعونوں سے کس طرح ٹکر لی۔ محمد رستم کیانی چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے ایوب خان کے مارشل لاء کے دور میں ہر قسم کے خطرات کو نظر انداز کر کے یہ عدالتی ریمارکس دیئے۔

Misfortunes never come alone but this time they came in brigades.

لیکن ہماری عدلیہ کی تاریخ پر بعض سیاہ دھبے بھی ہیں۔ مولوی تمیزالدین بنام حکومت کیس میں آمر اور جابر گورنر جنرل غلام محمد کے انتہائی غیر آئینی ' غیر اخلاقی اور غیر جمہوری قدم کو جائز قرار دینا کسی طرح بھی justify نہیں کیا جا سکتا۔ نصرت بھٹو کیس میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو یہ اختیار دے دینا کہ شخص واحد جب چاہے جس طرح چاہے آئین میں تبدیلی کر سکتا ہے ' ایک المیہ تھا۔ نواب محمد احمد خان کے قتل کے کیس میں بھٹو کو سزائے موت دینا عام طور پر عدالتی قتل قرار دیا گیا۔ ملکی اور غیر ملکی ماہرین قانون نے اس فیصلہ پر بڑی لے دے کی لیکن چیف جسٹس سری لنکا کا یہ بیان کہ بھٹو کو سزائے

موت دینا عدلیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے' ہر پاکستانی کے لئے باعث شرم تھا۔ ان تاریخی حقائق کو بیان کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ تمام سیاہ فیصلے جن ادوار میں ہوئے ان میں سے کوئی دور بھی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ہونے والی جمہوری حکومت کا نہیں تھا۔

پاکستان میں جمہوریت مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے ادارے مستحکم نہ ہو سکے یا اداروں کے مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے جمہوریت مستحکم نہ ہو سکی یہ فیصلہ کرنا خاصا دشوار ہے' لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ ہماری عدلیہ حقیقی آمریت اور جمہوریت نما آمریت کے دوران شدید دباؤ میں رہی۔ چیف جسٹس سجاد علی شاہ جنہوں نے نواز شریف کی غلام اسحاق کے ہاتھوں برطرفی کو جائز قرار دیا تھا اور دس ججوں کے حکومت کی بحالی کے فیصلے سے اختلاف کیا تھا انہیں بعد ازاں بے نظیر حکومت نے سینئر ججوں پر ترجیح دے کر چیف جسٹس آف پاکستان بنا دیا تھا۔ لہٰذا ان کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ ان کا میلان پیپلز پارٹی کی طرف ہے لیکن بے نظیر دور ہی میں انہوں نے حکومتی دباؤ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور 20/ مارچ 1996ء کو ایسا تاریخ ساز فیصلہ دیا جس سے عدلیہ کا چہرہ روشن ہو گیا اور اس کے ماتھے پر بنا ہوا ترازو صاف نظر آنے لگا۔ اس فیصلے نے جمہوریت کے ایک ستون عدلیہ کو مضبوط بنیاد فراہم کر دی ہے۔ اس فیصلے میں ججوں کی تقرری کے بارے میں اصول واضح کئے گئے۔ اب حکومت ہر ایرے غیرے کو جج مقرر نہیں کر سکتی اور چیف جسٹس کی تقرری کے وقت بھی سنیارٹی کو آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ بے نظیر بھٹو جو اس وقت وزیر اعظم تھیں' اس فیصلے پر تلملا اٹھیں۔ جج حضرات کو بالواسطہ طور پر ڈرایا دھمکایا بھی کیا تھا اور قومی اسمبلی میں انہیں بے نقط سنائی بھی تھیں۔ البتہ موجودہ وزیر اعظم نواز شریف جو اس وقت حزب اختلاف کے لیڈر تھے انہوں نے اور ان کی جماعت مسلم لیگ نے اس فیصلے کو زبردست سراہا تھا اور وقت کی حکومت جو اس فیصلے پر عملدرآمد کرنے سے لیت و لعل سے کام لے رہی تھی اس کے رویہ کو غیر جمہوری اور غیر آئینی قرار دیا تھا۔ بے نظیر بھٹو حکومت سے رخصت کی گئیں تو سجاد علی شاہ نے ان کی رخصتی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور نواز شریف برسراقتدار آ گئے۔ اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے ان کے رویے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ حکومت میں آ کر ان کے تعلقات عدلیہ کے ساتھ مثالی ہوں گے لیکن یوں محسوس ہو رہا ہے کہ 20/ مارچ کے فیصلے کے ذریعے عدلیہ نے جو اپنی موجودگی کا احساس دلایا ہے اور جمہوریت کے اس ستون کو مضبوط کیا ہے' انتظامیہ کا اندرونی میکنزم عدلیہ کی مضبوطی کو جو یقیناً جمہوری عمل کے لئے قوت بخش ہے' قبول نہیں

تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق کا حالات حاضرہ پر تبصرہ'

جو پریس ریلیز کی صورت میں اخبارات کو جاری کیا گیا

قرآنی تعلیمات کو عام کئے بغیر اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہیں ہو گی

لاہور (پ ر) یکم اگست' ظالمانہ نظام کے خاتمے کے بغیر انفرادی زندگی کی مکمل اصلاح ناممکن ہے۔ تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطبہ جمعہ میں کہا ہے کہ قرآنی تعلیمات کو عام کئے بغیر اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن و سنت کو آئینی طور پر سپریم لاء کی حیثیت ہونے کے باوجود آئین میں غیر اسلامی دفعات کی موجودگی پاکستان کے اسلامی ریاست بننے کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی طرف سے وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد پابندیاں ختم کرنے کی بجائے اپنے اقتدار کو محفوظ بنانے کے لئے آئینی ترامیم منافقانہ طرز عمل کا اظہار ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ زندگی کے ہر شعبے میں قرآنی تعلیمات پر عمل کئے بغیر معاشرے میں مثبت تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اسلامی انقلاب کا اصل مقصد عدل و انصاف کی حکمرانی کا قیام ہے چنانچہ ہمیں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم کر کے موجودہ باطل اور ظالمانہ نظام کی گرتی ہوئی دیواروں کو آخری اور فیصلہ کن دھکا دینا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ نام نہاد مسلمان کہلانے والا مراعات یافتہ اور مفاد پرست طبقہ موجودہ ظالمانہ اور مکروہ نظام کا "محافظ" بن کر غیر اسلامی نظام کا "حواری و پجاری" بن چکا ہے۔ اس طبقے کی ظالمانہ گرفت توڑنے کے لئے موثر انقلابی قوت کی فراہمی تنظیم اسلامی کی اولین ترجیح ہے۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ اسلامی انقلابی جماعت کی شکل میں مناسب انقلابی قوت کی فراہمی کے بغیر استحصالی نظام کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہماری اکثریت اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہے چنانچہ سودی نظام جیسی خباثت کی موجودگی احکام شریعت کی پامالی کا واضح اظہار ہے۔ پاکستان میں ہر سطح پر روزافزوں کرپشن کی بنیادی وجہ موجودہ نظام کی خرابی اور آخرت میں محاسبے کے تصور سے بے خوفی ہے۔ اسی ایمانی کمزوری کی وجہ سے حکمران طبقہ شریعت کی بالادستی کے نفاذ سے انحراف کا مرتکب ہو رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

امریکی اتاشی جنرل کا شرمناک بیان مسلمہ سفارتی آداب اور اخلاقی اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے

لاہور (پ ر) ۵/ اگست' امریکہ کے سرکاری وکیل رابرٹ ہوران کے شرمناک بیان پر کہ "پاکستانی چند ہزار ڈالر کے عوض اپنی ماں کو بیچنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں" پر تبصرہ کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا ہے کہ خود کو تعلیم یافتہ' مہذب اور انسانی حقوق کا علمبردار کہلانے والے امریکہ کے سرکاری اہلکار کا بیان گھٹیا اور پست ذہنیت کا اظہار ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی اتاشی جنرل کا یہ بیان مسلمہ سفارتی آداب اور اخلاقی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کا عکاس ہے۔ تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر نے ملک کی سیاسی قیادت اور عوام کو خود احتسابی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ جو قوم اپنی بنیادی ضرورتوں کے لئے بھی غیروں کی محتاج ہو جائے اس کی عزت اور وقار خاک میں مل جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمران طبقات غیر ملکی قرض اتارنے اور کشکول توڑنے کے راگ الاپتے ہیں مگر عملاً نئے قرضوں کے لئے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے عالمی اداروں سے بھاری شرح سود پر قرضوں کے نام پر بھیک مانگنا بھی شاید ان کی مجبوری بن چکا ہے۔ ہمارے اس طرز عمل کی وجہ سے پوری قوم کی آزادی و خودمختاری بری طرح مجروح ہو چکی ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ سودی نظام معیشت کے خاتمے اور خود انحصاری کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم زندہ اور باوقار قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل ہو سکیں گے۔

کر رہا ہے۔ حالانکہ بھاری مینڈیٹ سے آنے والی حکومت کو جمہوریت کے فروغ کے لئے اٹھنے والے ہر قدم کا خیر مقدم کرنا چاہئے تھا لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ تاثر گہرا ہوتا جا رہا ہے کہ حکومت اور عدلیہ میں کشمکش جاری ہے۔ اگر بے نظیر حکومت کے خلاف فیصلہ دینے کا یہ مطلب لیا گیا تھا کہ آنے والی بے نظیر مخالف حکومت کے ہر قدم کی عدلیہ حمایت کرے گی تو یہ بہت بڑا مغالطہ تھا۔ ہمارے موجودہ سیاست دانوں خصوصاً حکمرانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ماضی میں انتظامیہ جو طرح طرح کے طریقے اختیار کر کے ججوں کو قابو کرنے کی کوشش کیا کرتی تھی وہ دور اب گزر چکا ہے۔ جمہوریت کا فروغ اور استحکام اور خود سیاست دانوں کی بھلائی اس میں ہے کہ اس کا ہر ہر ستون مضبوط تر ہو۔

فوری انصاف کی خصوصی عدالتوں کی بحالی' ججوں کی عمر میں کمی اور کراچی کے مسئلہ پر سپریم کورٹ کا سوموٹو (Suomoto) نوٹس اس وقت حکومت اور عدلیہ کے مابین اختلافات کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ حکومت نے اگر پارلیمنٹ میں اپنی زبردست اکثریت کے بل پر عدلیہ کو پچھاڑنے کی کوشش کی تو یقیناً اس وقت جو صورت حال ہے حکومت کو فوری نوعیت کی کامیابی حاصل ہو جائے گی لیکن جس طرح ماضی میں عدلیہ سے محاذ آرائی حکومتوں کے لئے غیر مفید ثابت ہوئی' بدلے ہوئے حالات میں اب عدلیہ سے محاذ آرائی مستقبل میں حکومت اور جمہوریت کے لئے بہت زیادہ ضرر رساں ہو گی۔ کراچی کے مسئلہ پر سپریم کورٹ کے از خود نوٹس کو عدلیہ کی طرف سے حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش قرار دینا انتہائی گمراہ کن ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں کی پھرتیوں پر توجہ نہ دے' یہ ان کی نمبر سازی کی مہم کا حصہ ہے' بلکہ سپریم کورٹ کے اس از خود نوٹس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کراچی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے سپریم کورٹ سے مدد حاصل کرے۔

اس بحث کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارا عدالتی نظام خامیوں اور خرابیوں سے پاک ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان خرابیوں کو عوام اور سیاسی کارکنوں کی سطح پر زیر بحث لانے کی بجائے بار اور بنچ کے ارکان کے ساتھ مشاورت کے عمل کے ذریعے دور کیا جائے۔ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ججوں کی تعداد کو پورا کیا جائے۔ مطلوبہ فنڈز مہیا کئے جائیں۔ غریبوں کو ان کی دہلیز پر انصاف خالی خولی نعروں سے میسر نہیں آئے گا' اس کے لئے جمہوریت کے ستون عدلیہ کو مضبوط کرنا ہو گا۔ اسے انتظامیہ کی جکڑ بندیوں سے آزاد کرنا ہو گا۔ ججوں کے تقرر کے بارے میں میرٹ اور کردار کو بنیاد بنانا ہو گا۔ اہل اور باکردار عدلیہ کے ہوتے ہوئے انتظامیہ کو بھی ہوشیار اور چاق و چوبند رہنا پڑے گا جس سے جمہوریت کا یہ دوسرا ستون خود بخود مضبوط ہو گا۔ پارلیمانی نظام میں چونکہ حکومت مقننہ کے بطن سے جنم لیتی ہے لہٰذا مقننہ کو بھی اپنا قبلہ درست رکھنا پڑے گا۔ یاد رکھئے' جس ملک کے قاضی مبنی بر انصاف فیصلے کر رہے ہوں اس ملک کا مستقبل کبھی غیر محفوظ نہیں ہو سکتا۔

فیر چودہ اگست آیا

عبدالعزیز جرأت

فیر چوداں اگست آیا اے فیر دلشاد ہو گئے آں
کدی بے گھر ساں ہُن اپنے گھر آباد ہو گئے آں

رنگا رنگ جھنڈیاں جلسے جلوساں دی بہار آئی
نویں خوشیاں نویں جذبے تھیں پیدا شاد ہو گئے آں

وکھاندے نے سنہرے خواب ساڈے حکمران اکثر
چلایاں دُدھ دیاں نہراں اسیں فرہاد ہو گئے آں

منا رہی اے حکومت اس وار جشن پنجاہ سالہ
میں پُچھنا واں اسیں کیا واقعی آزاد ہو گئے آں

خدا دا دین جڑ بنیاد سی اِس پاک دھرتی دی
اساں چھڈی اوہ جڑ بنیاد' بے بنیاد ہو گئے آں

پوری قوم سی متحد کیتی دور غلامی وچ
رہائی ملدیاں ای دشمنِ اتحاد ہو گئے آں

پرائے نال وی ساڈا سی تعلق نال سجھ دے
ایہ کلی اے شریکِ محفلِ میلاد ہو گئے آں

زیر دستاں دے اگے نرم ہاں ریشم توں وی زیادہ
مگر لاچار و کم زوراں دے لئی فولاد ہو گئے آں

ہوئے ممتاز مُلکاں وچ کرپشن دے حوالے تھیں
زمانہ معترف ہویا بڑے استاد ہو گئے آں

کرن قرضے کروڑاں دے ہضم فیر وی معزز نیں
لٹیرے بن گئے راہبر' اسیں بے داد ہو گئے آں

وطن اپنے دے اندر نوکری لئی رشوتاں کھاندے
سنن والا نہ کوئی' پیکرِ فریاد ہو گئے آں

ہن ڈب مرن لئی کافی نے اخباراں دیاں خبراں
اسیں اپنے ای بھائیاں دے ہتھوں برباد ہو گئے آں

اے ہم وطنو! ذرا سوچو جشن کاہدا منا رہے او
غلامی توں وی ودھ اج قابلِ امداد ہو گئے آں

لمحہ فکریہ

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے' میرا وطن وہی ہے

تحریر : نعیم اختر عدنان

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے ' میرا وطن وہی ہے

آج کا دن ہمارے لئے ڈھیروں خوشیاں اور مسرتیں سمیٹ کر لایا ہے۔ کیونکہ پچاس سال پہلے آج ہی کے دن ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو اقصائے عالم پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس ملک خداداد کا نام پاکستان رکھا گیا۔ وہ اس لئے کہ یہ وہ واحد سلطنت ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ برصغیر وہ خطہ ارضی ہے جہاں حضرت مجدد الف ثانی نے جنم لیا' یہ وہی سرزمین ہے جہاں شاہ ولی اللہ جیسے نابغہ روزگار مفکر پیدا ہوئے' یہ وہی علاقہ ہے جہاں شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید جیسی مقدس ہستیوں کا خون جذب ہوا' یہ وہی صنم کدہ ہے جہاں مولانا محمود حسنؒ جیسے مجاہد حریت نے آنکھ کھولی جسے تاریخ اسیر مالٹا کے نام سے جانتی ہے۔ یہ وہی سرزمین ہے جس سے علامہ اقبال جیسا حکیم الامت ابھرا' جن کے فکر و فلسفہ نے انہیں ترجمان القرآن اور مفکر پاکستان بنا دیا۔ یہ وہی دھرتی ہے جس نے قائداعظم جیسا باکمال قائد پیدا کیا۔ مولانا محمد الیاسؒ جیسا بے لوث مبلغ اور مولانا مودودیؒ جیسا عظیم مصنف اسی خاک کا جوہر تھے۔ مولانا محمد علی جوہر' مولانا ابوالکلام آزاد ' مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری' پیر سید جماعت علی شاہ' سرسید احمد خان اس دھرتی کے سپوت ہیں۔

آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ پاکستان کا قیام ہمارے انہی بزرگوں کی عظیم الشان قربانیوں اور بے پناہ و جاں گسل محنتوں کا حاصل ہے۔ پاکستان ایک ملک کا نام نہیں' پاکستان' ایک قوم کا نشان نہیں' پاکستان ایک مذہب کی پہچان نہیں بلکہ پاکستان ایک نظریئے کا نام ہے' ایک جذبے کی پہچان ہے۔

میرے ہم وطنو! کبھی ہم نے سوچا' کبھی ہم نے جانا کہ پاکستان کیوں معرض وجود میں آیا تھا' کس مقصد کے لئے اس کی تاسیس عمل میں آئی تھی۔ ہاں آپ کو یاد آگیا ہو گا' مجھے بھی اس مملکت خداداد کی منزل مقصود کے نقوش ازبر ہیں' ہمارے بزرگوں نے' ہمارے اسلاف نے' ہمارے بڑوں نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ :

"اے اللہ ہمیں آزاد و خود مختار خطہ ارضی عطا فرما دے' ہم وہاں تیرے احکامات کو جاری و ساری کریں گے' تیرے پیغمبرؐ کی سنت کی حکمرانی قائم کریں گے' اسے عادلانہ نظام کا گہوارہ اور لائٹ ہاؤس بنا کر دنیا کے لئے مثال اور نمونہ بنا دیں گے"۔

تحریک پاکستان کے زمانے میں ہر سمت یہ نعرہ گونج رہا تھا "پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ "۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم علیہ رحمت نے دنیا کے اس انوکھے ملک کی وجہ تخلیق کا تعین کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کو دکھا سکیں۔ مفکر و مبشر پاکستان علامہ اقبال کا بھی یہی کہنا تھا کہ برصغیر میں اگر مسلمانوں کی آزاد اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے رخ روشن پر دور ملوکیت میں پڑنے والے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے پردوں کو ہٹا کر حقیقی اسلام لوگوں کے سامنے پیش کر دیں۔

کتنا عظیم اور واضح نصب العین ہمارے پیش نظر تھا' کس قدر بھاری ذمہ داری ہمارے کندھوں پر تھی۔ مگر اللہ تعالٰی کے عطا کردہ ملک میں ہم نے نظریہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی بجائے' اسلام کے چمن کی آبیاری کرنے کی بجائے' اخوت و محبت کے کھیت سینچنے کی بجائے اپنے ذاتی و گروہی اور جماعتی مفادات کے کھلیانوں کا تحفظ اپنا "ماٹو" بنا لیا' ہم نے اتحاد' تنظیم اور یقین محکم کے سبق کو بھلا کر فرقہ بندی' اختلاف و انتشار اور بے یقینی کو لائحہ عمل بنا لیا۔ ہماری اسی خود غرضی و بے وفائی کی وجہ سے دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت دولخت ہو گئی' مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا' ہمارے ہزاروں کڑیل فوجی جوان ہندو کے قیدی بن گئے۔ مگر پھر بھی ہم نے اپنے قومی کردار کا احتساب کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ آج ہمارا پیارا ملک ہمارے کرتوتوں کی وجہ ہی سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے یہود کے عالمی مالیاتی اداروں کا غلام بن چکا ہے۔ ہماری قومی سلامتی اور خود مختاری کو دشمن سے شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ عزیزان وطن! ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارے ملک کو قائم ہوئے نصف صدی کا عرصہ بیت چکا ہے مگر ہمارے عظیم و یکتا ملک کا نام ابھی تک دنیا کی باوقار و معزز اور ترقی یافتہ و مہذب اقوام کی فہرست

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی محسن انسانیت ہستی کی توہین کی اجازت نہیں دی جاسکتی ○ ڈاکٹر عبدالخالق

لاہور (پ ر) ۲۴ جولائی ۹۷ء۔ تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے امریکہ کی وزارت خارجہ کی جانب سے حکومت پاکستان سے توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کے مطالبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے اپنی ہدایات کی روشنی میں قانون سازی کے مشورے دے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام امت مسلمہ کے ہر فرد کے ایمان کا حصہ ہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں قانون سازی کی گئی ہے چنانچہ توہین رسالت جیسے مکروہ فعل کے تدارک کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا بصورت دیگر مسلمانوں کے لئے اپنے جذبات پر قابو پانا ممکن نہیں تھا۔ لہذا حکومت پاکستان نے 295/c کے ذریعے حضورؐ کی توہین کا ناقابل معافی جرم کرنے والے دریدہ دہن کے لئے موت کی سزا مقرر کر کے اشتعال انگیزی کی روک تھام کر دی۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ اگر یہ قانون ختم کر دیا گیا تو خطرہ ہے کہ ہر مسلمان قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر توہین رسالت کے مرتکب شخص کو موقع پر ہی کیفر کردار تک پہنچانا اپنا فرض سمجھے گا۔ انہوں نے کہا کہ اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے مگر کسی شخص کو بھی حضورؐ جیسی محسن انسانیت شخصیت کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

لمحہ فکریہ

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے میرا وطن وہی ہے' میرا وطن وہی ہے

تحریر : نعیم اختر عدنان

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے ' میرا وطن وہی ہے

آج کا دن ہمارے لئے ڈھیروں خوشیاں اور مسرتیں سمیٹ کر لایا ہے۔ کیونکہ پچاس سال پہلے آج ہی کے دن ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو اقصائے عالم پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس ملک خداداد کا نام پاکستان رکھا گیا۔ وہ اس لئے کہ یہ وہ واحد سلطنت ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ برصغیر وہ خطہ ارضی ہے جہاں حضرت مجدد الف ثانی نے جنم لیا' یہ وہی سرزمین ہے جہاں شاہ ولی اللہ جیسے نابغہ روزگار مفکر پیدا ہوئے' یہ وہی علاقہ ہے جہاں شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید جیسی مقدس ہستیوں کا خون جذب ہوا' یہ وہی صنم کدہ ہے جہاں مولانا محمود حسنؒ جیسے مجاہد حریت نے آنکھ کھولی جسے تاریخ اسیر مالٹا کے نام سے جانتی ہے۔ یہ وہی سرزمین ہے جس سے علامہ اقبال جیسا حکیم الامت ابھرا' جن کے فکر و فلسفہ نے انہیں ترجمان القرآن اور مفکر پاکستان بنا دیا۔ یہ وہی دھرتی ہے جس نے قائداعظم جیسا باکمال قائد پیدا کیا۔ مولانا محمد الیاسؒ جیسا بے لوث مبلغ اور مولانا مودودیؒ جیسا عظیم مصنف اسی خاک کا جوہر تھے۔ مولانا محمد علی جوہر' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری' پیر سید جماعت علی شاہ' سرسید احمد خان اس دھرتی کے سپوت ہیں۔

آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ پاکستان کا قیام ہمارے انہی بزرگون کی عظیم الشان قربانیوں اور بے پناہ و جاں گسل محنتوں کا حاصل ہے۔ پاکستان ایک ملک کا نام نہیں' پاکستان' ایک قوم کا نشان نہیں' پاکستان ایک مذہب کی پہچان نہیں بلکہ پاکستان ایک نظریئے کا نام ہے' ایک جذبے کی پہچان ہے۔

میرے ہم وطنو! کبھی ہم نے سوچا' کبھی ہم نے جانا کہ پاکستان کیوں معرض وجود میں آیا تھا' کس مقصد کے لئے اس کی تاسیس عمل میں آئی تھی۔ ہاں آپ کو یاد آگیا ہو گا' مجھے بھی اس مملکت خداداد کی منزل مقصود کے نقوش ازبر ہیں' ہمارے بزرگوں نے' ہمارے اسلاف نے' ہمارے بڑوں نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ :

"اے اللہ ہمیں آزاد و خود مختار خطہ ارضی عطا فرما دے' ہم وہاں تیرے احکامات کو جاری و ساری کریں گے' تیرے پیغمبرؐ کی سنت کی حکمرانی قائم کریں گے' اسے عادلانہ نظام کا گہوارہ اور لائٹ ہاؤس بنا کر دنیا کے لئے مثال اور نمونہ بنا دیں گے"۔

تحریک پاکستان کے زمانے میں ہر سمت یہ نعرہ گونج رہا تھا "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ "۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم علیہ رحمت نے دنیا کے اس انوکھے ملک کی وجہ تخلیق کا تعین کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کو دکھا سکیں۔ مفکر و مبشر پاکستان علامہ اقبال کا بھی یہی کہنا تھا کہ برصغیر میں اگر مسلمانوں کی آزاد اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے رخ روشن پر دور ملوکیت میں پڑنے والے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے پردوں کو ہٹا کر حقیقی اسلام لوگوں کے سامنے پیش کر دیں۔

کتنا عظیم اور واضح نصب العین ہمارے پیش نظر تھا' کس قدر بھاری ذمہ داری ہمارے کندھوں پر تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ملک میں ہم نے نظریہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی بجائے' اسلام کے چمن کی آبیاری کرنے کی بجائے' اخوت و محبت کے کھیت سینچنے کی بجائے اپنے ذاتی و گروہی اور جماعتی مفادات کے کھلیانوں کا تحفظ اپنا "ماٹو" بنا لیا' ہم نے اتحاد' تنظیم اور یقین محکم کے سبق کو بھلا کر فرقہ بندی' اختلاف و انتشار اور بے یقینی کو لائحہ عمل بنا لیا۔ ہماری اسی خود غرضی و بے وفائی کی وجہ سے دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت دولخت ہو گئی' مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا' ہمارے ہزاروں کڑیل فوجی جوان ہندو کے قیدی بن گئے۔ مگر پھر بھی ہم نے اپنے قومی کردار کا احتساب کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ آج ہمارا پیارا ملک ہمارے کرتوتوں کی وجہ ہی سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے یہود کے عالمی مالیاتی اداروں کا غلام بن چکا ہے۔ ہماری قومی سلامتی اور خود مختاری کو دشمن سے شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ عزیزان وطن! ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارے ملک کو قائم ہوئے نصف صدی کا عرصہ بیت چکا ہے مگر ہمارے عظیم و یکتا ملک کا نام ابھی تک دنیا کی باوقار و معزز اور ترقی یافتہ و مہذب اقوام کی فہرست

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی محسن انسانیت ہستی کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی ○ ڈاکٹر عبدالخالق

لاہور (پ ر) ۲۴ جولائی ۹۷ء۔ تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے امریکہ کی وزارت خارجہ کی جانب سے حکومت پاکستان سے توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کے مطالبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے اپنی ہدایات کی روشنی میں قانون سازی کے مشورے دے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام امت مسلمہ کے ہر فرد کے ایمان کا حصہ ہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں قانون سازی کی گئی ہے چنانچہ توہین رسالت جیسے مکروہ فعل کے تدارک کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا بصورت دیگر مسلمانوں کے لئے اپنے جذبات پر قابو پانا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا حکومت پاکستان نے 295/c کے ذریعے حضورؐ کی توہین کا ناقابل معافی جرم کرنے والے دریدہ دہن کے لئے موت کی سزا مقرر کر کے اشتعال انگیزی کی روک تھام کر دی۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ اگر یہ قانون ختم کر دیا گیا تو خطرہ ہے کہ ہر مسلمان قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر توہین رسالت کے مرتکب شخص کو موقع پر ہی کیفر کردار تک پہنچانا اپنا فرض سمجھے گا۔ انہوں نے کہا کہ اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے مگر کسی شخص کو بھی حضورؐ جیسی محسن انسانیت شخصیت کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

گولڈن جوبلی کرکٹ میچ

پاکستان کی پچاس سالہ سیاسی تاریخ کے جائزے پر مشتمل منفرد خاکہ

مرزا ایوب بیگ

سرسبز و شاداب سٹیڈیم[1] بیضوی نہ ہونے کے باوجود بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ اس میں موجود لوگ[2] بڑے پراعتماد نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے اور وہ بڑے پرجوش دکھائی دے رہے تھے۔ سٹیڈیم کے مختلف دروازوں سے لوگ[3] جوق در جوق اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ نئے آنے والے لوگ محسوس ہوتا تھا بڑا دور دراز کا سفر طے کر کے آ رہے ہیں۔ ان کے سر گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر دکھ اور غم کے آثار نمایاں تھے۔ ان میں سے اکثر کے جسم زخموں سے چور تھے جن سے رسنے والا خون سٹیڈیم کی ہریالی کو سرخی مائل کر رہا تھا لیکن پھر بھی ان کی آنکھوں میں چمک تھی اور وہ بڑے پرعزم دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سٹیڈیم میں داخل ہوتے ہی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ایسا محسوس ہوتا جیسے راہی کو منزل مل گئی ہو۔ سٹیڈیم میں پہلے سے موجود لوگ نوواردوں کا والہانہ استقبال کر رہے تھے۔ انہیں خالی جگہوں پر بٹھا رہے تھے جگہ کی کمی محسوس ہوتی تو خود سکڑ جاتے۔ کھانے پینے کی چیزیں خود ان کے اپنے پاس بھی زیادہ نہیں تھیں لیکن جو کچھ بھی تھا وہ اس سے مہمانوں کی تواضع کر رہے تھے۔ اچانک سٹیڈیم میں شور اٹھا اور تالیوں کی گونج میں اعلان ہوا کہ محمد علی نے ٹاس جیت کر خود بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیاقت کو اوپننگ بیٹسمین کے طور پر بھیجا گیا۔ لیاقت جو ایک سینئر اور تجربہ کار کھلاڑی تھے، انگریزی کٹ پہنے عینک لگائے خراماں خراماں وکٹ پر پہنچے اور بڑی آہستگی سے کھیل کا آغاز کیا۔ وہ مغرب کی طرف[4] کھیلنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے جس سے مشرق کی طرف رنز بنانے کے انہوں نے کئی قیمتی مواقع گنوا دیئے۔ پھر انہوں نے ایک شاندار چھکا لگانے کی کوشش میں اپنا دایاں بازو ہوا میں بلند کیا اور اپنی مٹھی کو مضبوطی سے بند[5] کر لیا وہ گیند کو تو زیادہ دور نہ پھینک سکے البتہ سٹیڈیم میں موجود لوگوں نے ان کی اس کوشش پر انہیں زبردست داد دی۔ اللہ اکبر اور ہم جیتیں گے کے زبردست نعرے لگے۔ ابھی داد و تحسین کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک تیز نو بال لیاقت کے سینے پر لگا۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑے۔ ٹیم کا ڈاکٹر سٹریچر لے کر بھاگم بھاگ آیا لیکن ایمپائر شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کر چکا تھا اور لیاقت ہمیشہ کے لئے آؤٹ ہو گئے۔ سٹیڈیم میں کھلبلی مچ گئی۔ بہت سے لوگ گراؤنڈ میں داخل ہو گئے اور سٹیڈیم کی گراؤنڈ میں سرخ دھبے مزید بڑھ گئے۔ ٹیم کے کھلاڑی غیر ذمہ دارانہ کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پے در پے آؤٹ ہونے لگے۔ کوئی جم کر کھیل نہ پا رہا تھا۔ لوگوں میں مایوسی بڑھنے لگی۔ وہ اپنے کھلاڑیوں پر تنقید کرنے لگے۔ اس پر بیٹنگ آرڈر تبدیل کر کے چودھری محمد علی، جو بنیادی طور پر ایک سکورر تھے انہیں سفید کٹ پہنا کر میدان میں اتار دیا گیا۔ چودھری صاحب نے وکٹ کے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک شاندار چوکا[7] لگایا۔ یوں تو سٹیڈیم میں موجود سب لوگوں نے اس چوکے کو سراہا لیکن جس مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ یہ چوکا لگایا گیا تھا اسے بھرپور طور پر سراہنے اور اس کی داد دینے کا حق بہت کم لوگوں نے ادا کیا۔ اس چوکے نے اچھے سکور کی بنیاد رکھ دی اور آنے والے کھلاڑیوں کی ایک ضابطہ کی طرف رہنمائی کر دی کہ اگر وہ کراس بیٹ کی بجائے سیدھے بیٹ کے ساتھ کھیلیں گے تو لمبی اور محفوظ اننگز کھیل سکتے ہیں۔ لیکن ٹیم میں چونکہ یقین، اتحاد اور تنظیم کا فقدان تھا لہٰذا کھلاڑی پھر یکے بعد دیگرے آؤٹ ہونے شروع ہو گئے۔ ٹیم کی اس ناقص کارکردگی پر لوگ مسلسل ناراضگی اور بیزاری کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک سٹیڈیم میں سناٹا چھا گیا۔ ایک لمبا تڑنگا سرخ و سفید چہرے والا بارعب کھلاڑی خاکی کٹ اور بھاری فلیٹ پہنے لانگ ہینڈل بیٹ گھماتے ہوئے گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ یہ ایوب خان ہے۔ یہ ایوب خان ہے۔ سٹیڈیم میں موجود بعض لوگوں نے سرگوشی کے انداز میں دوسروں کو بتایا۔ لیکن اس کا نام تو کھلاڑیوں کی فہرست میں نہیں تھا۔ بعض لوگ شش و پنج میں پڑ گئے مگر اس کی غضبناک آنکھوں اور خاکی کٹ کی دہشت سے سب خاموش رہے۔ اس نے وکٹ پر آتے ہی چند ایک اچھے شارٹ کھیلے جس پر لوگ خوش ہو گئے۔

لنچ کے وقفہ کے بعد جب کھیل دوبارہ شروع ہوا تو ایوب خان کٹ تبدیل کر چکا تھا۔ تھکاوٹ اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔ اب وہ اپنے ساتھ ایک نوجوان[8] کو جو ہو بہو اس کا ہم شکل تھا بحیثیت رنر کے ساتھ لایا۔ رنر جس کا واحد کام زخمی کھلاڑی کی جگہ دوڑنا ہوتا ہے کھیل میں مداخلت کرنے لگا اور پچ کو خراب کرنا شروع کر دیا جس پر لوگ شدید احتجاج کرنے لگے۔ پتھر، خالی بوتلیں، چھلکے اور جوتے گراؤنڈ میں آنا شروع ہو گئے۔ سٹیڈیم میں موجود سب لوگ کھلاڑی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے البتہ اب قیادت کے لحاظ سے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ مغربی حصے میں احتجاجی ہنگاموں کی قیادت ذوالفقار علی نامی ایک نوجوان کر رہا تھا اور مشرقی حصے کی قیادت ادھیڑ عمر مجیب کر رہا تھا۔ آخرکار کھلاڑی میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ نیا کھلاڑی بھی خاکی کٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ بھاری ڈیل ڈول رکھتا تھا لیکن وکٹ کی طرف چلتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ ذوالفقار اور مجیب کا سہارا لئے ہوئے تھا۔ اس نے سٹیڈیم میں موجود لوگوں کو یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ کپتان تمہاری مرضی کا بنایا جائے گا۔ بتاؤ کس کو کپتان بنانا چاہتے ہو[9]۔ سٹیڈیم کے مشرقی حصے سے زوردار آواز آئی مجیب اور مغربی حصے سے آواز آئی ذوالفقار۔ اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ کیوں نہ ان دونوں کو باری باری ٹھکانے لگا کر خود بیٹنگ کی جائے۔ لہٰذا پہلے ذوالفقار کی مدد سے مجیب کو پویلین میں بند کر دیا لیکن اس پر سٹیڈیم کے مشرقی حصے سے زبردست طوفان اٹھا اور انہوں نے سٹیڈیم کے باہر سے بھی لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارنا شروع کر دیا۔ کھلاڑی نے آنکھیں بند کر کے بیٹ گھمانا شروع کر دیا لیکن وہ کوئی شارٹ لگانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ سٹیڈیم کے باہر سے کچھ لوگ[10] اس کے مشرقی حصے میں چھپ چھپ کر داخل ہونا شروع ہو گئے ان میں سے اکثر سروں سے گنجے البتہ بالوں کی ایک لٹ سر کے پچھلے حصے پر لٹک رہی تھی اور کچھ لمبی داڑھی والے سر پر پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے گراؤنڈ میں پٹاخے

پھینکنے شروع کر دیئے۔ کھلاڑی اوندھے منہ گر گیا اور مشرقی حصے کے لوگوں نے الگ پویلین بنا کر اس پر نیا جھنڈا لگا دیا[11] جس پر مغربی حصے سے کچھ دیر رونے اور سسکنے کی آوازیں آتی رہیں لیکن جلد ہی مغربی حصے والوں نے بھی سٹیڈیم کی تقسیم کو قبول کر لیا اور اسی ٹیم کے ساتھ جواب نصف رہ گئی تھے اپنے حصے کی گراؤنڈ میں کھیل کا آغاز کر دیا۔ ذوالفقار علی پہلے کھیلنے آئے۔ انہوں نے آتے ہی ایک شاندار سٹروک[12] کھیلا۔ جس پر انہیں زبردست داد ملی۔ اس کا یہ سٹروک چوہدری محمد علی کے چوکے سے بہت مماثلت رکھتا تھا بلکہ ذوالفقار علی بھٹو نے اسے چوہدری محمد علی سے بھی بہتر انداز میں shape کیا تھا۔ اس نے یہ شارٹ کھیلنے سے پہلے ہر ہر فیلڈر کا بغور جائزہ لیا۔ وہ فری سٹائل کرکٹ کھیلتے رہے اور سٹیڈیم سے باہر کے لوگوں کو بھی للکارے مارتے رہے۔ اچانک مشرق کی طرف سٹیڈیم کی بیرونی دیوار سے متصل جگہ پر ایک زبردست دھماکہ[13] ہوا۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ سٹیڈیم کے در و دیوار لرز اٹھے اور اندر کی فضا گرد آلود ہو گئی اور تھوڑی دیر کے لئے کھیل روک دینا پڑا۔ اس دوران ذوالفقار علی ٹیم کے دوسرے ارکان سے مشورہ کرتے رہے۔ چائے کے وقفے کے دوران جب اخباری نمائندوں نے ذوالفقار علی سے دھماکے کے بارے میں سوالات کئے تو انہوں نے بڑی گرج دار آواز میں کہا کہ ہم گھبرانے والے نہیں ہیں۔ ہم گھاس کا ڈنر کر لیں گے لیکن لیڈ لے کر دکھائیں گے۔ اس پر سٹیڈیم میں "جیوے جیوے" اور "ہزار سالہ میچ کھیلیں گے" کے فلک شگاف نعرے لگتے رہے۔ لیکن فری سٹائل کھیل اور قواعد و ضوابط کو مسلسل نظر انداز کرنے سے صوفوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ تو پہلے ہی مخالفت اور ہوٹنگ کر رہے تھے۔ سیڑھیوں اور زمین پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی کچھ لوگ جو شروع شروع میں اچھل اچھل کر داد دے رہے تھے اور گلے پھاڑ کر نعرے لگا رہے تھے 'آوازے کسنے لگے۔ آہستہ آہستہ مخالفت بڑی شدت اختیار کر گئی۔ ذوالفقار علی جوں جوں بیٹ زور سے گھماتا توں توں جوتے' پتھر وغیرہ تیزی سے گراؤنڈ میں پھینکے جاتے۔ بعض باریش حضرات بڑے غضبناک ہو رہے تھے اور یہ کہہ کر لوگوں کو اشتعال دلا رہے تھے کہ یہ تو ہمارا کھلاڑی ہی نہیں ہے۔ ایک بزرگ سرخ ٹوپی پہنے ہاتھ میں حقہ تھامے زوردار طریقے سے اعلان کر رہے تھے 'اس کو ٹیم سے نکالو میچ ہمارا ہے' ذوالفقار علی مطمئن تھا کہ ایمپائر اس کا اپنا ہے لیکن وہ اس وقت حیران رہ گیا جب اسے ایک وائیڈ بال پر L.B.W قرار دے دیا گیا۔ اس فیصلے پر سٹیڈیم کے بالا نشین لوگوں نے اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر خوشی کا اظہار کیا۔ نیا کھلاڑی گو خاکی کٹ اور بھاری فلیٹ پہنے ہوئے تھا لیکن کوتاہ قد سپاٹ سا چہرہ بڑی بے ضرر سی شخصیت کا مالک دکھائی دیتا تھا۔ وہ سر جھکائے آہستگی سے چلتا ہوا گراؤنڈ میں پہنچا[14]۔ وہ قسم کھا کر پویلین سے نکلا تھا کہ وہ کھلاڑی نہیں ہے نہ کھیلنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ صرف گراؤنڈ کی صفائی اور پچ کو ہموار کرنے جا رہے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بہت زیادہ فاؤل کھیلنے سے پچ بہت خراب ہو چکی ہے۔ اس نے اپنے مشن کو "آپریشن فیئر پلے" قرار دیا۔ پچ پر پہنچ کر وہ بڑا مسرور دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں کی فضا اس کو راس آگئی تھی۔ اس نے تمام وعدے پس پشت ڈال کر خود کھیلنا شروع کر دیا۔ شمال مغرب کی طرف اس نے چند ایک اچھے شارٹ کھیلے جس پر اسے داد بھی ملی۔ وہ دھیمے پن سے لیکن بیٹ کو مضبوطی سے پکڑ کر کھیلتا رہا۔ سٹیڈیم میں جگہ جگہ ترنگے جھنڈے کے سائے میں بیٹھی لوگوں کی ٹولیاں کبھی کبھار اس پر پتھراؤ کرتیں تو وہ بڑے سلیقے سے گیند کے ساتھ انہیں بھی فلک (flick) کر دیتا۔ وہ اپنی دفاعی بیٹنگ کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ وہ چوکا مارنے کے لئے بھی بیٹ اٹھانے کی بجائے پلیسنگ (placing) پر انحصار کرتا تھا۔ جس سے وہ باریش لوگوں سے بڑی داد وصول کرتا تھا۔ لیکن ایک تیز رنز بنانے کی کوشش میں جب وہ کریز پر پہنچنے کی کوشش میں تھا بیٹ اور پاؤں ابھی ہوا ہی میں تھے کہ اس کی وکٹیں اتنے زوردار طریقے سے اڑا دی گئیں کہ بیلز بھی ٹوٹ پھوٹ گئیں[15]۔ سٹیڈیم میں سناٹا چھایا ہوا تھا کہ ایک خاتون پیڈ باندھے دستانے پہنے بڑے سٹائلش انداز میں بیٹ گھماتے گراؤنڈ میں داخل ہوئیں۔ ترنگے جھنڈے کے سائے میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کا تالیوں سے زبردست استقبال کیا' البتہ باریش لوگ بڑے پیچ پا ہو رہے تھے۔ مردوں کے کھیل میں عورت کیسے شریک ہو سکتی ہے۔ خاتون کھلاڑی بڑے اعتماد سے میدان میں داخل ہوئی تھی لیکن وہ کوئی اچھا شارٹ نہ کھیل سکی۔ اس کا ایک آسان کیچ چھوٹ گیا اور اسے ایک اور موقع دستیاب ہو گیا۔ اب کی بار اس نے بڑی مونچھوں والے ایک شخص کو جو حلئے سے کسی گروہ کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا پارٹنر کی حیثیت سے اپنے ساتھ کھلانا شروع کیا۔ لوگ حیران تھے کہ کرکٹ کھیلتے ہوئے اس شخص نے بیٹ کی بجائے کدال پکڑا ہوا تھا اور اس کی کٹ کو بڑی بڑی جیبیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ خاتون تو جلد ہی کلین بولڈ ہو کر باہر چلی گئیں لیکن جو صاحب ان کے ساتھ تھے ان کے گلوز (gloves) اتار کر ان کی کلائیوں سے لپیٹ دیئے گئے[16]۔ خاتون کے آؤٹ ہو جانے پر سٹیڈیم میں موجود اکثریت نے خوشی کا اظہار کیا۔ نئے کھلاڑی کا عوام نے والہانہ استقبال کیا۔ وہ بڑی دیر تک بنچوں پر کھڑے ہو کر تالیاں بجاتے اور استقبالیہ نعرے لگاتے رہے۔ ایسا استقبال پہلے کسی کھلاڑی کا نہیں ہوا تھا۔ یہ کھلاڑی جس کا نام نواز ہے خوش شکل و خوش ذوق اور سلیقہ مند دکھائی دیتا ہے۔ عوام کی متفقہ رائے ہے کہ یہ آخری اچھا کھلاڑی ہے۔ یہ کھلاڑی اگر ناکام رہا تو میچ میں ہار ہمارا مقدر ہو گا۔ نواز صاحب بڑے اعتماد سے پچ پر پہنچے ہیں۔ ایمپائر سے گارڈ لے کر پر اعتماد انداز سے گراؤنڈ کے

ضروری وضاحت

۲۶ جولائی کے روزنامہ "خبریں" میں محترم جنرل (ر) محمد حسین انصاری صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ اخبار نے ان کا تعارف کراتے ہوئے آخر میں خلاف واقعہ یہ بات بھی لکھ دی ہے کہ "حال ہی میں ایم ایچ انصاری نے جماعت اسلامی میں شمولیت کا اعلان کیا اور انہیں احتساب سیل کا انچارج مقرر کیا گیا" ہے۔

محترم جنرل انصاری صاحب نے واضح طور پر اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ جماعت اسلامی میں شامل نہیں ہوئے اور نہ ہی اپنے انٹرویو میں انہوں نے ایسی کوئی بات کی ہے۔ "خبریں" کے نمائندے نے غالباً ان کے جماعت اسلامی کے احتساب سیل کے انچارج مقرر کئے جانے سے از خود یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ جنرل انصاری صاحب جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے ہیں۔

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ قبل ازیں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے محترم جنرل انصاری صاحب کو جماعت اسلامی کے احتساب سیل کے انچارج کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت دی تھی کہ وہ تنظیم اسلامی میں شامل رہتے ہوئے بھی "تعاون علی البر" کے تحت جماعت کے مذکورہ سیل کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔

عاکف سعید
ناظم نشر و اشاعت

چاروں طرف بھرپور نظر دوڑاتے ہیں۔ دوسری طرف بالروں نے بھی فیلڈ بڑی جارحانہ کھڑی کر دی ہے اور انہوں نے نواز کو پے درپے کئی باؤنسر مارے ہیں جنہیں وہ صحیح طور پر ہک نہیں کرپا رہے۔ ان سے کوئی خاص اچھا شارٹ نہیں کھیلا جارہا۔ بال باربار انہیں بیٹ (Beat) کر رہا ہے لیکن ان کے اعتماد میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا البتہ سٹیڈیم میں موجود لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ ہمیں تو بہت بہتر کارکردگی کی توقع تھی۔ انہوں نے پویلین سے نکلتے وقت اخباری نمائندوں کو بتایا تھا کہ ٹیم کو اس خوفناک بحران سے نکالنے کے لئے میں کشتیاں جلا کر میدان میں کود رہا ہوں۔ آپ دیکھئے میری کٹ کو جیب نہیں لگی ہوئی اور یہی حکم میں نے ٹیم کے دوسرے ممبروں کو دیا ہے بغیر جیب کے کٹ (pocket less kit) پہنیں۔ لیکن سراغرسانوں نے نشاندہی کی ہے کہ کٹ میں کچھ خفیہ خانے لگے ہوئے ہیں جو کمال مہارت سے لگائے گئے ہیں اور سرسری نگاہ ڈالنے سے نظر نہیں آتے۔ یہ نئے کھلاڑی اپنی بیٹنگ بہتر بنانے کی بجائے بالروں سے بار بار بال آہستہ کرنے کی درخواست[17] کر رہے ہیں اور باؤنسر نہ کرانے کے لئے ان کی منت سماجت کر رہے ہیں جس پر سٹیڈیم میں موجود ان کے اپنے حمایتی سخت پریشان ہیں۔ عام لوگ بھی پریشان ہیں۔ اس کے بعد تو ہماری ٹیم میں اور کوئی اچھا کھلاڑی نہیں ہے۔ محدود اوورز کا میچ ہے۔ دن ڈھلنے لگا ہے' درختوں کے سائے لمبے ہو رہے ہیں۔ مشرق تو پہلے ہی ابر آلود تھا۔ مغرب کی طرف سے بھی کالی گھٹائیں اٹھ رہی ہیں۔ ٹارگٹ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی فری ہٹر (free hitter)[18] آ جائے تو اب بھی وقت ہے۔ ایسے سادہ لوح لوگ بار بار آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔ ایک شخص[19] ہاتھ میں ایک کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے سارے سٹیڈیم کا چکر لگا رہا ہے۔ کتاب میں سے کچھ پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ لوگوں کو کہہ رہا ہے کہ ٹیم کا چناؤ تو یہاں موجود لوگوں میں سے ہی ہونا ہے۔ کیوں نہ ہر شخص اچھے سے اچھا کھلاڑی بننے کی کوشش کرے۔ کیوں نہ ٹریننگ کیمپ قائم کئے جائیں تاکہ وہاں کھلاڑی سیدھے بیٹ سے کھیلنا سیکھے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ٹیم میں یقین اور نظم کا فقدان ہے۔ مل جل کر ایک کپتان کی سربراہی اور اس کے حکم کے تابع ہو کر کھیلنے سے ہم ٹارگٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ بہت ہی کم لوگ اس کی بات پر توجہ دے رہے ہیں۔ اکثر لوگ اس کتاب کو سر آنکھوں سے لگا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ادھر مخالف[20] کپتان ایک اینڈ (end) سے فاسٹ باؤلر اور ایک اینڈ (end) سے سپن (spin) باؤلر سے حملہ آور ہے۔ وہ کھلاڑی پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لئے کلوز ان فیلڈرز (Close in fielders)[21] کو چند فٹ کے فاصلے پر لے آیا ہے۔ خدا خیر کرے۔ کہیں ہم ٹارگٹ سے بہت دور رہ جانے کی وجہ سے بین الاقوامی ٹورنامنٹ سے خارج نہ ہو جائیں۔ اکثر لوگ کسی معجزے کی توقع لگائے ہوئے ہیں لیکن کہیں دور سے آواز آ رہی ہے "خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں"۔

حواشی : ۱ - پاکستان ۲- مقامی ۳- مہاجر ۴- مغرب نواز پالیسی ۵ - لیاقت کا مشہور مکہ ۶- اکاؤنٹس کے آدمی تھے ۷- آئین بنایا ۸- گوہر ایوب ۹- انتخابات ۱۰- ہندو سکھ ۱۱ - بنگلہ دیش بن گیا ۱۲- متفقہ آئین بنایا ۱۳- ایٹمی دھماکہ ۱۴ - ضیاء الحق ۱۵ - فضائی حادثے میں ہلاک ہوگئے ۱۶- گرفتار ہوگئے ۱۷ - بھارت سے بہتر تعلقات کی یکطرفہ خواہش ۱۸ - زبردست آمر ۱۹- ڈاکٹر اسرار احمد ۲۰ - بھارتی حکام ۲۰- پرتھوی میزائل۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ ۹۳ء والا نواز شریف نظر نہیں آ رہا (پروفیسر غفور)

○ اور ۹۳ء والی جماعت اسلامی کا بھی تو یہی معاملہ ہے!

☆ مرتضیٰ کے قتل میں زرداری اور بے نظیر دونوں ملوث ہیں (غنویٰ بھٹو)

○ گویا یک نہ شد' دو شد والا معاملہ ہے

☆ یہاں کے اکثر مرد نام کے ہیں کچھ نہیں کرسکتے (مسرت شاہین)

○ محترمہ آپ کی یہ بات سیاست دانوں کی حد تک تو بالکل درست معلوم ہوتی ہے!

☆ پاکستانی چند ڈالر میں اپنی ماں بیچ دیتے ہیں (امریکی اٹارنی جنرل)

○ جبکہ امریکی آبادی کی اکثریت تو اپنے "اصلی باپ" سے بھی لاعلم ہی رہتی ہے!

☆ شام کی بیٹی غنویٰ بھٹو کی فکر کریں (بے نظیر بھٹو کو حافظ الاسد کا پیغام)

○ وزیر اعظم ہوتے ہوئے جو اپنے بھائی کی حفاظت نہ کر سکی وہ غنویٰ بھٹو کی خاک حفاظت کرے گی۔

☆ تھانیدار اور ڈی ایس پی ٹھیک کرنے کا فارمولا ڈھونڈ لیا ہے (شہباز شریف)

○ تو پھر آپ کو "کولمبس آف اصلاح پولیس" کا خطاب نہ دے دیا جائے!

☆ سیاستدانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کو تباہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا (ممتاز سائنس دان ڈاکٹر عطاء الرحمن)

○ باقی شعبوں کی تباہی بھی اسی "ٹولے" کا "کارنامہ" ہے

☆ آئی ایم ایف سے قرضہ مل جائے گا (وزارت خزانہ)

○ اور یہی ہمارے نزدیک شاید کامیابی کی آخری معراج ہے!

☆ پولیس نے خاتون کو تھانے میں قید کر کے اس کے گھر کا صفایا کر دیا (ایک خبر)

○ "پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی"

☆ دھوکے باز' منافق اور بلیک میلر گاندھی کو قتل کیا' اس پر مجھے کوئی پچھتاوا نہیں (گاندھی کے قاتل "گوپال" کا نعرۂ مستانہ)

○ گاندھی جی! کی "اخلاقی فضیلت" کی شہادت اس کا قاتل بھی دے رہا ہے۔

☆ حکمرانوں سے عوام کے حقوق چھیننے کا فیصلہ کر لیا ہے (مولانا فضل الرحمن)

○ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے!

☆ وزیر اعظم تو چودھری نثار ہیں نواز شریف صرف رسمی وزیر اعظم ہیں (اعجاز الحق)

○ اتنا بھاری مینڈیٹ کہیں نواز شریف کے لئے وبال جان تو نہیں بن گیا۔

☆ بے نظیر بھٹو برطانیہ میں پناہ لینے پر غور کر رہی ہیں (غیر ملکی اخبار)

○ وزارت عظمیٰ جس کو راس نہ آئی اور خاوند بھی اندر ہو گیا!

☆ پیپلز پارٹی میں بے نظیر کے سوا وزیر اعظم بننے کا کوئی اہل نہیں (شاہ محمود قریشی)

○ اسے کہتے ہیں "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"

☆ لڑکیوں کی خرید و فروخت سے بھارت کا کوئی حصہ محفوظ نہیں (بھارت کے نائب وزیر داخلہ کا اعتراف)

○ گاؤ ماتا کے پجاریوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام

بعض دانشور قصداً پاکستان کی نظریاتی بنیاد ـــــ لاالٰہ الا اللہ ـــــ کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں

اصغر علی گھرال نے "ڈاکٹر اسرار فوبیہ" کے جنون میں بانیانِ پاکستان کے افکار و نظریات پر اپنے قلم کا کلہاڑا چلانے سے بھی دریغ نہیں کیا

جناب اصغر علی گھرال کے مضمون کا پوسٹ مارٹم' بزرگ صحافی نبی احمد لودھی کے نوکِ قلم سے

خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
نگہ کی نامسلمانی سے فریاد

نوائے وقت کی ۲۲ جولائی ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں ادارتی صفحہ پر جناب اصغر علی گھرال کا مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے : "ڈاکٹر صاحب کس مغالطے میں ہیں" صاحب مضمون نے نہایت "ہلکے پھلکے انداز میں" تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کے سیاسی نظریات پر کڑی تنقید کرنے کی سعی و شوق میں نہ صرف یہ کہ نظریہ پاکستان کے خالق حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے نظریہ "الاجتہاد فی الاسلام" کی جڑ مار کر رکھ دی ہے بلکہ بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے نظریہ ریاست کی بھی من مانی اور بے تکی توجیہہ کرتے ہوئے بابائے قوم کی روح اور جملہ پاکستانیوں کے دل و دماغ کو صدمہ پہنچانے کی جسارت کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گھرال نے نہ تو حکیم الامت کے متعلقہ خطبے کا بہ نظرِ دقیق مطالعہ کیا ہے اور نہ ہی حضرت قائداعظم کے نظریہ پاکستان کے بارے میں جملہ بیانات و ارشادات کا پرخلوص تقابلی جائزہ لینے کی ضرورت کو اہم سمجھا ہے۔ موصوف نے ڈاکٹر اسرار فوبیہ کی جنونی کیفیت میں نہایت سطحی انداز میں بانیان پاکستان کے نظریات و افکار پر اپنے قلم کا کلہاڑا چلا دیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ دونوں بزرگوں کے اقوال و نظریات کی غلط تعبیرات اور نامکمل حوالے دے کر پاکستان کے مسلمان شہریوں کی عموماً اور تحریک پاکستان کے بچے کھچے اصحاب کی خصوصاً دل آزاری ہی نہیں کی بلکہ انہیں اپنے اسلاف سے گمراہ اور بدظن کرنے کی بھی جسارت کی ہے۔ نہ معلوم مسٹر گھرال بذاتِ خود کسی مغالطے میں مبتلا ہیں یا پھر وہ قصداً پاکستان کی نظریاتی اساس ـــــ لاالٰہ الا اللہ ـــــ کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ صاحب کالم اگر ڈاکٹر اسرار کی طرف سے پاکستان کے غیر مسلموں کو دوسرے نمبر کے شہری قرار دیتے' صدر ایوب کے دور کے عائلی قوانین کو خلافِ اسلام سمجھتے' خواتین کی اسلام میں خصوصی حیثیت کے تعین اور پاکستان کے آئین میں تضادات کو دور کرانے کی جدوجہد کے خلاف کوئی دوسری رائے رکھتے ہیں اور اس بارے میں اختلافِ رائے کا اظہار کرنا چاہتے تھے تو یہ ان کا ایک جمہوری اور اسلامی حق تھا۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب کے پاس بھی اپنے مخصوص نظریات اور اسلام کے مختلف پہلوؤں کی تشریح و توضیح اور دستور پاکستان میں قرارداد مقاصد کو موثر حیثیت دلوانے اور قرآن و سنت کو مملکت کا سپریم لاء بنوانے کے لئے کچھ دلائل ہوں گے۔ لیکن گھرال صاحب نے ڈاکٹر اسرار کے نظریات کی دلائل سے کاٹ کرنے کی بجائے ان کا مذاق اڑانے پر اکتفا کیا ع "اے روشنی طبع تو برمن بلاشدی" کے مصداق یہاں صرف ایک بات قابلِ فہم نظر آتی ہے کہ شاید گھرال صاحب کے دلائل کا خزانہ ہی خالی تھا ورنہ وہ پاکستان کے اساسی نظریات پر یوں سطحی انداز میں تبصرہ نہ فرماتے۔ انہیں حضرت علامہ اقبال پر یہ الزام لگانے کا حق حاصل نہیں تھا کہ وہ دورِ حاضر کی پارلیمنٹ کو ہی غیر مشروط طور پر اجماعِ امت کا درجہ دیتے تھے۔ یہ حضرت علامہ پر صریح بہتان ہے اور قوم و ملت کو گمراہ کرنے کی سازش یا نادانی ہے۔ حضرت علامہ خوب جانتے تھے کہ دورِ حاضر کے مسلمان عربی زبان سے نابلد اور قرآن و سنت پر معمولی عبور بھی نہ رکھنے کے باعث اس قابل نہیں کہ وہ فقہی نزاکتوں کو پیشِ نظر رکھ کر قانون سازی کر سکیں گے۔

مسٹر گھرال کا دعویٰ ہے :

"علامہ اقبال نے انفرادی کی بجائے اجتماعی جماو اور عوام کی منتخب پارلیمنٹ کو ہی اجماعِ امت کا درجہ دے دیا ہے اور انہوں نے خطباتِ مدراس میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے منتخب پارلیمنٹ کی رہنمائی کے لئے مذہبی علماء کے بورڈ کی تجویز کو بھی قطعی طور پر مسترد کر دیا تھا۔"

خطباتِ مدراس (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) کا چھٹا خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" ہے۔ حضرت علامہ اس موضوع کی نزاکتوں پر طویل بحث و تمحیص کے بعد فرماتے ہیں :

"موجودہ زمانے میں تو جہاں کہیں مسلمانوں کی کوئی قانون ساز مجلس قائم ہوگی اس کے ارکان زیادہ تر وہی لوگ ہوں گے جو فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہیں۔ لہٰذا اس کا طریق کار کیا ہو گا؟ کیونکہ اس قسم کی مجالس شریعت کی تعبیر میں بڑی بڑی شدید غلطیاں کر سکتی ہیں۔ ان غلطیوں کے ازالے یا کم سے کم امکان کی صورت کیا ہو گی؟ ۱۹۰۶ء کے ایرانی دستور میں تو اس امر کی گنجائش رکھ لی گئی ہے کہ جہاں تک امورِ دینی کا تعلق ہے ایسے علماء کی جو معاملاتِ دنیوی سے بھی خوب واقف ہوں' ایک الگ مجلس قائم کر دی جائے تاکہ وہ مجلس قانون ساز کی سرگرمیوں پر نظر رکھے"۔

حضرت علامہ اقبال نے اگرچہ شیعہ مملکت (ایران) کے اس طریق سے کلی اتفاق نہیں کیا لیکن اسے کلیتاً رد بھی نہیں کیا۔ وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے مذکورہ خطبے میں فرماتے ہیں :

"سنی ممالک اسے اختیار بھی کریں تو عارضی طور پر۔ انہیں چاہئے کہ مجلس قانون ساز میں علماء کو بطور ایک موثر جزو شامل کر لیں لیکن علماء بھی ہر امرِ قانونی میں آزادانہ بحث و تمحیص اور اظہارِ رائے کی اجازت دیتے ہوئے اس کی رہنمائی کریں۔ بایں ہمہ شریعتِ اسلامی کی غلط تعبیرات کا سدِباب ہو سکتا ہے تو صرف اس طرح کہ بحالتِ موجودہ بلادِ اسلامیہ میں فقہ کی تعلیم جس نہج پر ہو رہی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ فقہ کا نصاب مزید توسیع کا محتاج ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ جدید فقہ کا مطالعہ بھی باحتیاط اور سوچ سمجھ کر کیا جائے"۔ (ملاحظہ ہو صفحات ۲۶۸ تا ۲۷۱۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی' طبع سوم' مئی ۸۶ء' شائع کردہ بزمِ اقبال۔ کلب روڈ لاہور)

حضرت علامہ درج بالا خیالاتِ عالیہ کے اظہار سے قبل اجماع کے بارے میں اس بات کی وضاحت کر چکے تھے کہ :

"بلادِ اسلامیہ میں جمہوری روح کی نشوونما اور قانون ساز مجالس کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی کا قدم ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سردست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں' اپنا یہ حق مجالس تشریعی کو منتقل کر دیں گے —— میرے نزدیک یہی ایک طریقہ ہے جس سے کام لے کر ہم زندگی کی اس روح کو' جو ہمارے نظامات فقہ میں خوابیدہ ہے از سر نو بیدار کر سکتے ہیں۔ یونہی اس کے اندر ایک ارتقائی مطمع نظر پیدا ہو گا —— ہندوستان میں البتہ یہ امر کچھ ایسا آسان نہیں کیونکہ ایک غیر مسلم مجلس کو اجتہاد کا حق دینا شاید کسی طرح ممکن نہ ہو۔"

حضرت علامہ نے ایک اور حقیقت کا بیان بھی نہایت خوبصورتی سے کیا جو غیر عربی دان یا غیر مسلم حضرات کی بزعم خود اجتہادی کوششوں کو سخت ناقابل اعتماد قرار دینے سے متعلق ہے۔ انہوں نے ایک مغربی نقاد Aganides کی طرف سے اپنی تصنیف "اسلامی نظریہ ہائے مالیات" میں پیدا کی گئی ایک غلط بیانی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے ایک لفظ "نسخ" کے معانی پر عبور نہ رکھنے کے باعث اپنی کتاب میں دھڑلے سے لکھ دیا کہ "احناف اور معتزلہ کے نزدیک اجماع' قرآن مجید کا بھی ناسخ ہے" —— حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ دراصل اس "دانشور" نے شاید اسلامی اصطلاحات پر کامل عبور نہ ہونے کے باعث یہ نظریہ پیش کیا' حالانکہ فقہائے متقدمین اور بعد ازاں پوری وضاحت کے ساتھ امام شافعی نے "موافقات" میں تصریح کر دی تھی کہ اجماع صحابہ سے مراد کسی حکم قرآنی کی توسیع یا تحدید ہے نہ کہ اس کی تنسیخ۔

قارئین کرام! محولہ بالا سطور اور حضرت علامہ کے افکار سے جو نکات نکھر کر اور شفاف ہو کر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) بلاد اسلامیہ میں جو قانون ساز مجالس قائم ہوئیں یا ہوں گی ان مجالس تشریعی کو مختلف فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے مجتہدین بتدریج ہی اجتہاد کا حق منتقل کرنے پر آمادہ ہو سکیں گے۔

(۲) جب تک درجہ بالا ہدف حاصل ہونے کے امکانات پیدا نہیں ہوتے ہمیں عبوری دور میں مختلف فقہی مسالک کے علماء و مجتہدین پر مشتمل ایک الگ مجلس قائم رکھنا ہو گی جو مجالس قانون ساز کی قرآن و سنت کے احکام کی تشریح و توضیح میں رہنمائی اور نگرانی کرے' جیسا کہ حضرت علامہ نے خود ایران کی مثال دینے کے بعد اس کی وضاحت کی ہے۔

(۳) عبوری دور کے بعد حضرت علامہ یہ تجویز کرتے ہیں کہ مجالس تشریعی میں علماء و مجتہدین کو ایک موثر جزو کے طور پر شامل رکھنا از بس ضروری ہو گا کیونکہ "موجودہ زمانے میں تو جہاں کہیں مسلمانوں کی کوئی مجلس قانون ساز قائم ہو گی اس کے ارکان زیادہ تر وہی لوگ ہوں گے جو فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہوں گے" —— لہٰذا اس کے بغیر چارہ کار نہیں کہ علماء اسلام ایسے اراکین کی رہنمائی کے لئے مجالس تشریعی میں موجود رہیں۔ بصورت دیگر علمائے حق کی عدم موجودگی میں ایسی مجالس' شریعت کی تعبیر میں بڑی بڑی شدید غلطیوں کا ارتکاب کریں گی۔

(۴) حضرت علامہ کے نزدیک اسلام' قرآن و سنت اور فقہ اسلامی سے عمومی ناواقفیت کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ میں فقہ کی تعلیم جس نہج پر ہو رہی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ فقہ کا نصاب مزید توسیع کا متقاضی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ جدید فقہ کا مطالعہ بھی باحتیاط اور سوچ سمجھ کر کیا جائے۔

(۵) غیر مسلم مجالس قانون ساز کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق جدید فقہ کے لئے اجتہاد کریں جیسا کہ انہوں نے واضح الفاظ میں غیر منقسم ہندوستان کی مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دینے سے دو ٹوک الفاظ میں انکار کیا ہے۔

(۶) حضرت علامہ کے نزدیک غیر مسلم دانشور تو کلیتاً اور قرآن و سنت اور عربی زبان سے نابلد مسلمان ارکان کو بھی عموماً اجتہاد کا اختیار تفویض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ شدید غلطیوں اور ناقص توجیہات سے اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیں گے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ آخر کیوں مسٹر گھرال کو حضرت علامہ کے درج بالا تحریری افکار کی موجودگی میں انتہائی غلط توجیہات کی ضرورت پیش آئی' حضرت علامہ کے ان الفاظ میں شاید صورتحال یہ ہو کہ "

حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیب حاضر میں
بھڑک اٹھا بھبوکا بن کے مسلم کا تن خاکی
تغیر آ گیا ایسا تدبر میں تخیل میں!
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

در حقیقت جناب گھرال کے دل و دماغ میں "نہایت ہلکے پھلکے انداز میں" غالباً مغربی جمہوریت کی پارلیمنٹ کا تصور رچا بسا ہوا ہے جب کہ ان کے لئے شاید یہ تلخ حقیقت سمجھنا ہی مشکل ہو کہ حضرت علامہ تو مغربی جمہوریت کے قائل ہی نہیں تھے۔ ان کا کہنا تو یہ تھا کہ "

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الامان
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو!

حضرت علامہ کے نزدیک جس حق و صداقت کا انکشاف عقل محض کی وساطت ہو اس سے ایمان و یقین میں وہ حرارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و تنزیل کی بدولت ہوتی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کے نزدیک ان بنیادی تصورات کی اساس چونکہ وحی و تنزیل پر ہے جس کا صدور ہی زندگی کی انتہائی گہرائیوں سے ہوتا ہے' لہٰذا وہ اپنی ظاہری خارجیت کو ایک اندرونی حقیقت میں بدل دیتی ہے۔ ہمارے لئے تو زندگی کی روحانی اساس ایمان و یقین کا معاملہ ہے جس کی خاطر ایک غیر تعلیم یافتہ مسلمان بھی برضا و رغبت اپنی جان تک قربان کر دے گا —— (لہٰذا) ہمیں چاہئے کہ آج ہم اپنے موقف کو سمجھیں اور اپنی حیات اجتماعیہ کی از سر نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں تاآنکہ اس کی وہ غرض و غایت جو ابھی تک صرف جزواً ہمارے سامنے آئی ہے یعنی اس "روحانی جمہوریت" کا نشوونما جو اس کا مقصود و منتہا ہے' تکمیل کو پہنچ سکے۔" (ایضاً ص ۲۷۷)

حضرت علامہ کے مذکورہ نظریات کی روشنی میں ہم معزز دوست اصغر علی گھرال صاحب سے عرض کریں گی

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

★ ★

۱۷/ اگست کو حلقہ لاہور کا اجتماع قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہو گا

حلقہ شرقی پنجاب کے ذیلی حلقہ لاہور کے ناظم جناب فیاض حکیم نے حلقہ میں شامل تنظیموں کے امراء سے مشورہ کے بعد ۱۷/ اگست بروز اتوار کو رفقاء حلقہ کا اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اجتماع میں حلقہ کے تمام رفقاء کی شرکت لازم ہے۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

"ڈاکٹر رمضان کی شہادت کا واقعہ آنے والے دنوں میں ہماری ڈھارس بندھاتا رہے گا"

"..... میں تنظیم اسلامی میں شامل ہو کر اباجان کے مشن کو آگے بڑھاؤں گا"

رفیق تنظیم اسلامی ڈاکٹر رمضان کی شہادت کے واقعاتی پس منظر کی تفصیلات پر مشتمل جناب مختار حسین فاروقی کی ایک جذبہ پرور تحریر

ندائے خلافت کے گزشتہ شمارہ میں حلقہ پنجاب جنوبی کے رفیق ڈاکٹر رمضان کے بارے میں میرا ارسال کردہ شذرہ شائع ہوا ہے مگر نام رہ گیا ہے جس کی وجہ سے قارئین کو حلقہ اور جگہ متعین کرنے میں دقت آئی ہو گی۔ ذیل میں چند مزید باتیں وضاحت کے لئے شائع کی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر محمد رمضان صاحب فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ حافظ تھے' ہومیو ڈاکٹر تھے۔ علاقے میں ایک عالم کی حیثیت سے بھی ان کی عزت دور دور تک مسلم تھی۔ ایک مشفق اور رحم دل ڈاکٹر کی حیثیت سے بھی لوگ ان کے گرویدہ تھے اور سب پر مستزاد ان کے خطبات اور بے باکانہ انداز علاقے کے اہل شر اور اہل ثروت کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ ڈاکٹر موصوف چند سال بیشتر تک سپاہ صحابہؓ سے متعلق رہے' بعد ازاں وہاں سے طریق کار کے اختلاف کی بنا پر پیچھے ہٹ گئے تو تنظیم اسلامی کے ایک رفیق نذیر احمد صاحب جو ٹیکسلا میں ملازمت کرتے ہیں' کے ذریعے سے رابطہ ہوا اور یہ رابطہ گہرا ہوتا چلا گیا تا آنکہ انہوں نے اور ان کے کچھ ساتھیوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ گزشتہ چند ماہ سے ان کی طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی تھی۔ 25/ مارچ 97ء کو میری ان سے غازی پور میں ملاقات ہوئی تو مضمحل نظر آ رہے تھے۔ ان کی عمر 50 سال کے لگ بھگ تھی۔ 29/ جولائی کو راقم نقیب اسرہ چک سردار پور اور رفیق تنظیم بورے والہ کفایت اللہ ثاقب صاحب کے ہمراہ غازی پور گیا تو ان کے عزیز و اقارب سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کے بیٹے نے (جو ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہے اور ان کے ساتھ ڈاکٹری کی پریکٹس کرتا تھا) بتایا کہ اباجان نے اس دفعہ گرفتاری سے بچنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ مطمئن تھے کہ میں بتادوں گا کہ اب میرا تعلق تنظیم اسلامی سے ہے مگر مقامی وڈیروں کے اشاروں پر ان کو گرفتار کر کے ان کی علالت کے باوجود سخت تشدد کیا گیا۔ انہیں سی جیل لے جانے کے لئے سخت گرمی کے باوجود سفر پر مجبور کیا گیا اور ایک سیاسی گرفتاری کے باوجود بیڑیاں پہنائی گئیں جو ان کے لئے زہر ثابت ہوئیں۔ انہیں بیڑیوں کے ساتھ تشدد کے دوران ان کی دماغ کی شریان پھٹ گئی تو گھر اطلاع دی گئی۔ گھر والے رحیم یار خان جیل سے ہسپتال لے جا رہے تھے کہ انہوں نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ بیڑیاں بمشکل ان کی موت کے بعد کاٹی گئیں۔ ان کے جنازہ میں لوگوں نے والہانہ انداز میں شرکت کی اور کثیر تعداد میں قریب و بعید سے لوگ شریک ہوئے۔ ان کے والد صاحب 100 برس سے زائد عمر کے ہیں اور بقید حیات ہیں' کام کاج کرتے ہیں۔ انہوں نے ہی ہماری مہمان نوازی کی جب وہ یہ ساری تفصیلات بتا رہے تھے تو الحمد للہ کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ شاید یہ بیٹے کی عظیم شہادت پر خوشی کے آنسو تھے۔ سچ ہے کہ

دیتے ہیں قدح ظرف بادہ خوار دیکھ کر
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

ان کے فرزند ارجمند سے نہایت بامقصد اور تفصیلی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ اباجان نے ایک ایک کر کے تنظیم کی تقریباً ساری اہم کتب مجھے پڑھنے کے لیے دی تھیں اور میں نے پڑھ رکھی ہیں۔ اباجان ان موضوعات پر گفتگو فرماتے رہتے تھے۔ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ تنظیم میں شامل ہو کر اباجان کے مشن کو آگے بڑھاؤں گا۔ مہمانوں کی آمد و رفت کے پیش نظر انہوں نے کچھ عرصے بعد میں ملتان آکر تنظیم میں شمولیت کا وعدہ بھی کیا ع "ایں سعادت بزور بازو نیست"

تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لئے ڈاکٹر محمد رمضان کی شہادت کے واقع میں ایک سبق پنہاں ہے۔ ان فی ذالک لعبرہ لاولی الابصار ○ غالباً رفقائے تنظیم اسلامی میں بالادست طبقات کے ہاتھوں ہونے والی پرتشدد موت کا یہ پہلا واقعہ ہے اور جلد یا بدیر ایسے واقعات اور بھی رونما ہو سکتے ہیں ---- ھذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله ○ ---- مجھے یقین ہے کہ شہادت کا یہ واقعہ آئندہ آنے والے دنوں میں ہماری ڈھارس بندھاتا رہے گا۔

جنگ بازوں کا' ملک گیروں کا
قافلہ تیز گام ہے کتنا' ساتھیو مشعلوں کو تیز کرو

غازی پور کے قریب کی بستی میں قبرستان جاکران کی قبر پر مسنون دعا اور دعائے مغفرت کی سعادت حاصل ہوئی تو اگرچہ اہل علم تو دوسری بڑی دعائیں پڑھتے ہیں راقم کو بچپن سے جو دعا یاد ہے وہ پڑھتے ہوئے جب ان الفاظ پر پہنچا تو ---- وانا ان شاء الله بكم لاحقون ان الفاظ کے حقیقی معنی سمجھنے میں کچھ آسانی پیدا ہوئی اور اس مسنون دعا کی حکمت بھی سمجھ میں آئی۔ قبرستان میں چند منٹ گزارنے کے بعد واپسی ہوئی۔ ع

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے"

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطاؤں سے درگزر فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ دین حق کی بیش از بیش خدمت کی توفیق بخشے' آمین اور ہم رفقائے تنظیم اسلامی کو اللہ تعالیٰ ثبات و استقلال کی قوت سے نوازے اور اسی راہ حق پر دم آخر تک قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

لسعا لم سعا لم سعا
وما عندی سوا ذاک الحقال

مراسلہ از مختار حسین فاروقی امیر حلقہ پنجاب جنوبی

بقیہ : لمحہ فکریہ

میں جگہ نہیں پا سکا۔ نصف صدی کی قومی تاریخ کا ایک ورق ہم "گولڈن جوبلی" منا کر بند کر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اپنے سابقہ طرز عمل کی اصلاح کر لیں' ہاں پاک سرزمین کو شاد باد رکھنے کے لئے اسے مرکز قوت و اخوت بنانے کے لئے ہم سب کو باکردار قوم کا فرد بننا ہو گا کیونکہ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے آیئے اس بابرکت دن میں ہم اپنا فرض ادا کرنے کا عہد کریں کہ ابھی تو ہمارا سفر منزل کی طرف جاری ہے ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی امریکہ میں دعوتی و تحریکی سرگرمیاں

ایک مختصر جائزہ ——— مرسلہ : مہان مرزا / عبدالمجید بٹ

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نیویارک امریکہ کے لئے 8/ جولائی 1997ء کو صبح 8 بجے روانہ ہوئے۔

<u>ہفتہ 19/ جولائی</u>

سیرت النبیؐ سے خطاب۔ اس کانفرنس کا اہتمام یوم مصطفیٰ آرگنائزنگ کمیٹی نے اسلامی ایام کے حوالے سے فلشنگ' نیویارک میں کیا تھا۔ پروگرام کے منتظم جناب سلطان کربانی اور ڈاکٹر عابد رضوی تھے۔ کانفرنس میں خطاب کرنے والوں میں کولمبیا یونیورسٹی کے امام کے علاوہ کئی ممتاز مقرر اور شعراء شامل تھے۔ کانفرنس میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان شریک تھے۔ اپنے خطاب میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلام دشمن طاقتوں کی ان چالوں سے خبردار رہنے پر زور دیا جو وہ شیعہ سنی مخاصمت کو ہوا دے کر پاکستان' ایران اور افغانستان میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اسلام کا عالمی غلبہ محض دعاؤں اور تمناؤں سے ممکن نہیں ہو گا بلکہ اس کے لئے ہمیں دشمن کی چالوں کا مقابلہ کرنا ہو گا اور اپنی خواہشات کی قربانی دینا ہو گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے مواقع کو محض نبیؐ کی مدح اور ثناخوانی کرنے کی بجائے سیرت نبویؐ سے عملی راہنمائی حاصل کرنے کے لئے استعمال میں لانا چاہئے۔

<u>منگل 22/ جولائی</u>

مکی مسجد' کونے آئی لینڈ ایونیو' بروکلین نیویارک میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان پاکستانی اور بنگلہ دیشی اردو دان طبقے سے "نبیؐ سے تعلق کی بنیادیں" کے موضوع پر لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں نبیؐ کی اطاعت اور اتباع کے درمیان فرق کو واضح کیا اور فرمایا کہ محبت سے خالی نبیؐ کی اطاعت نفاق کو جنم دیتی ہے اور بغیر اطاعت کے محبت کے دعوے فسق اور فجور ہیں چنانچہ نبیؐ کی وہ اطاعت جس میں محبت شامل ہو' اتباع کہلانے کے لائق ہے۔ امیر محترم نے ایمان کے مختلف درجات پر بھی روشنی ڈالی۔

<u>بدھ 23/ جولائی</u>

مسجد الصفات' آکسفورڈ سٹریٹ نیو جرسی میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان افریقو امریکن' عرب' پاکستانی اور بنگلہ دیشی حاضرین سے "اتحاد امت کیوں اور کیسے؟" کے موضوع پر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں مسلم اتحاد کی بجائے اسلامی اتحاد کی بات کرنی چاہئے جس کا مقصد اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام ہو اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں سیرت نبویؐ سے راہنمائی حاصل کرنی ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مختلف اسلامی تحریکوں کے مابین طریقہ کار کے اختلاف سے دشمن طاقتیں فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

<u>جمعہ 25/ جولائی</u>

مسلم کمیونٹی سنٹر' سلور سپرنگ میری لینڈ میں ڈاکٹر صاحب نے اتباع رسولؐ کے موضوع پر نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ جس میں بڑی تعداد میں پاکستانی' ہندوستانی' عرب' امریکی اور افریقی خواتین و مرد حضرات شریک تھے۔ آپ نے لوازم نجات کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ ایمان کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ ظاہر میں ہمارے اعمال اور عبادات ہیں جو نظر آنے والی شے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان شمار کرنے کے لئے یہی ایمان درکار ہے جب کہ باطن میں نبی ﷺ کی انتہائی محبت دل میں جاگزیں نہ ہو تو ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ایمان کے اس پہلو کی تین ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ظاہر کا ایمان ہے لیکن باطن میں نبیؐ کی محبت نہیں تو منافقین مدینہ سے ملتی جلتی شکل ہو گی کہ یہ ظاہر تو مسلمان ہیں لیکن درحقیقت کافر ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دل میں نبیؐ کو سچا مانتے ہیں لیکن ظاہر میں اس کا اقرار نہیں کرتے' یہ کفار مکہ کی شکل ہو گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں میں ایمان ہے یہ حقیقی مومن ہیں۔

شام ساڑھے چھ سے ساڑھے آٹھ بجے تک اسی مقام پر موضوع کو جاری رکھتے ہوئے نجات کے دوسرے لوازم اتباع پر گفتگو کرتے ہوئے امیر محترم نے کہا کہ اتباع کے لئے سماعت پہلی شرط ہے لیکن صرف ظاہری کانوں سے نہیں' ان سے تو جانور بھی سنتے ہیں بلکہ دل کے کانوں سے سنیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ حضورؐ کے مشن میں ان کا ساتھ دیں۔ کنارے کنارے رہنے سے اتباع نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اقامت دین کی جدوجہد اتباع کا جزو لازم ہے۔ تیسری شرط اس نور ہدایت کی پیروی ہے جسے خالق کائنات نے تمام نوع انسانی کی بھلائی کے لئے آپؐ پر نازل کیا یہ نور ہدایت قرآن مجید ہی ہے۔

<u>ہفتہ 26/ جولائی</u>

مسجد الرحمٰن' اسلامک سوسائٹی بالٹی مور میں شام ساڑھے چھ تا ساڑھے آٹھ بجے اقامت دین کی جدوجہد کے موضوع پر خطاب ہوا۔ حاضرین میں پاکستانی' ہندوستانی' امریکی' عرب اور افریقی خواتین و مرد شامل تھے۔ آپ نے کہا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ دین جب مغلوب ہوتا ہے تو وہ مذہب بن جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں پر یہ لازم کیا گیا ہے کہ دین کو دین کی سطح پر رکھیں اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے باطل کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں لہٰذا ہمارا شمار کافروں' ظالموں اور فاسقوں میں ہو گا جیسا کہ سورہ مائدہ میں بیان ہوا ہے۔ لہٰذا مسلمان رہنے کے لئے اقامت دین کی جدوجہد ناگزیر ہے اس کے لئے جماعت کا قیام اور اس میں شمولیت شرط لازم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ اسلام کے پانچ ارکان کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہیں۔

دیر میں دعوتی سرگرمیاں

لاہور سے جناب خالد محمود صاحب 4 جولائی کو دیر تشریف لائے۔ ان کی آمد پر حسب ذیل پروگرام مرتب کیا گیا۔ 4 جولائی کو ایک مقامی مسجد محلہ چنارا "دیر" میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کیا۔ اقامت دین کے موضوع پر قریباً ایک گھنٹہ خطاب ہوا۔ محلہ کے نوجوان طبقہ کی بڑی تعداد نے خطاب کو سنا۔ نماز جمعہ کے بعد مقامی رفقاء اور کچھ احباب سے خصوصی ملاقات کا پروگرام ہوا۔ بعد از نماز عصر ایک دوسری مسجد میں فرائض دینی پر خطاب ہوا۔ جس میں قریباً 40 احباب شریک ہوئے۔ بعد نماز مغرب کالج کالونی میں دعوتی خطاب ہوا۔ آخری پروگرام مرکزی جامع مسجد بابا صاحب میں بعد از نماز عشاء ہوا۔ کالج اساتذہ سے انفرادی ملاقاتیں کی گئیں۔ دوسرے دن بیبیوڑ میں مقامی رفقاء سے ملاقات کی گئی اور بعد نماز عصر اسی گاؤں میں فرائض دینی پر مفصل خطاب ہوا۔ ایک دوسرے گاؤں سرکی میں شام کا پروگرام رکھا۔ یہاں رکن جماعت اسلامی جناب شہاب الحق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب مسجد سرکی میں نظام خلافت کے موضوع پر مفصل خطاب ہوا۔

رپورٹ : سعید اللہ خان نقیب اسرہ دیر

عالم انسانیت کو نظام عدل کی ضرورت

کراچی 17/ جولائی (پ ر) محمد نسیم الدین' امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ و بلوچستان نے یوم عید میلاد النبیؐ کے موقع پر ایک پیغام میں کہا ہے کہ آج عالم انسانیت کی اہم ترین ضرورت ایک ایسے نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے جو دنیا کی ہر قوم اور اس کے ہر طبقے کو مطمئن کر سکے۔ یہ صرف نظام اسلام ہی ہے جو عالم انسانیت کی اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے کیونکہ یہ اسی [illegible] وضع کردہ ہے جو تمام جہانوں کا خالق ہے اور [illegible]

عدل صرف اسی ذات کو زیبا ہے انہوں نے کہا کہ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس نظام کے حامل ہوتے ہوئے بھی نہ خود اس کی برکات سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور نہ ہی دنیا کو اس سے مستفیض کر رہے ہیں۔

حلقہ سرحد کے زیر اہتمام

میاندم (سوات) میں منعقدہ ہفت روزہ تربیت گاہ کی روداد

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کے زیر اہتمام ہفت روزہ تربیت گاہ ۲۰ تا ۲۶ جولائی ۱۹۹۷ء بمقام میاندم سوات منعقد ہوئی۔ حلقہ سرحد کے اکثر رفقاء کی جانب سے یہ مطالبہ سامنے آیا کہ دیر اور سوات و ملحقہ علاقوں میں گرمیوں کی چھٹیاں ماہ جولائی میں ہوتی ہیں اس لئے اس تربیت گاہ کو جولائی میں منعقد کیا جائے۔ مرکزی ناظم تربیت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے اس ترمیم کی اجازت دے دی۔ اس تبدیلی کو میثاق کے ذریعہ سے رفقاء تک بہم پہنچانے کے لئے ایک اشتہار میثاق میں شائع کرایا گیا۔

گرمیوں کے موسم میں اس تربیت گاہ کو کہاں منعقد کیا جائے؟ یہ ایک اہم مسئلہ تھا۔ الحمد للہ کہ یہ مشکل اس طرح حل ہوئی کہ سوات کے مقام میاندم میں تنظیم اسلامی کے ذیلی حلقہ مردان پشاور کے ناظم محترم ڈاکٹر اقبال صافی کا ایک کشادہ مکان موجود ہے جو کہ انہوں نے اس تربیت گاہ کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ راقم الحروف' امیر حلقہ میجر فتح محمد' ڈاکٹر صافی صاحب اور چند دیگر رفقاء نے اس قیام گاہ کو تربیت گاہ کے لئے نہایت مناسب پایا۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر انتظامات کے بارے میں سرسری مشورہ ہوا۔ میاندم ایک پرفضا مقام ہے جو کہ شہری آبادی سے دور قدرتی مناظر سے بھرپور اور ہر قسم کے شور و غل سے محفوظ ہے جو کہ پورے ملک سے گرمیوں کے موسم گزارنے والوں کے لئے سوات کے دیگر مقامات کے ساتھ ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

تربیت گاہ کی انتظامیہ کو اس امر کا بخوبی علم تھا کہ اس تربیت گاہ میں کثیر تعداد میں رفقاء اور احباب شرکت کریں گے اور فکر مند تھے کہ اتنے بڑے مجمع کو کیسے منظم کیا جائے بہرحال نصرت الٰہی سے منتظمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تمامتر انتظامات کو مکمل کرنے میں کماحقہ عہدہ برا ہونے کی توفیق دی۔ الحمد للہ کہ کسی مرحلہ پر بھی کوئی پیچیدگی نہ رہی۔ راقم اور امیر حلقہ بمع دیگر رفقاء نے تمام انتظامات ۱۹ جولائی کو مکمل کر لئے تھے۔ چند رفقاء و احباب تربیت گاہ کے لئے ۱۹ جولائی کو پہنچ گئے تھے۔ ۲۰ جولائی کو امیر حلقہ نے ان رفقاء کو فرائض دینی کا ایک خاکہ نقشہ کے ذریعہ واضح کیا۔ یہ رفقاء حلقہ سرحد میں دیر اور سوات سے تعلق رکھنے والے تھے۔ شرکاء کی آمد کے ساتھ ہی ان کے کوائف کا اندراج کیا جاتا۔ رہائش گاہ کی الاٹمنٹ کی جاتی۔ رہائش گاہوں' درس گاہ اور نماز کے لئے جگہ پہلی منزل میں تھیں جبکہ باقی دوسری منزل پوری کی پوری رہائش گاہ کے لئے مختص کی گئی۔ جگہ جگہ اسلامی طرز معاشرت' دعاؤں کی تلقین اور ہدایات کو نمایاں طور پر لگایا گیا تھا۔

پروگرام کا خاکہ کچھ یوں تھا۔ روزانہ فجر سے قبل رفقاء کو نماز تہجد کے لئے بیدار کیا جاتا' بعض رفقاء خود ہی اس کا اہتمام کرتے۔ نماز فجر سے پہلے اور بعد میں اذکار مسنونہ' ترجمہ نماز' وضو اور غسل کے مسائل سے رفقاء کو آگاہ کیا جاتا۔ ۷ بجے کا وقت ناشتے کے لئے طے تھا۔ ۸ بجے باقاعدہ کلاسیں شروع ہوتیں۔ ایک بجے سے نماز ظہر تک کھانے اور آرام کے لئے ۵ بجے تک وقفہ کیا جاتا۔ نماز عصر ساڑھے پانچ بجے پڑھی جاتی۔ اس کے بعد پورا ہفتہ تعارف کا پروگرام نماز مغرب تک جاری رہتا۔ مغرب سے عشاء تک امیر محترم کے ویڈیو کیسٹ پر مشتمل انقلابی منشور اور تنظیم اسلامی کا تعارف' جہاد اور تنظیم اسلامی کی دعوت دکھائے گئے۔ رحمت اللہ بٹر صاحب اور حافظ اقبال صاحب کے ذمے اسلامی تحریکوں سے تعارف بالخصوص جماعت اسلامی' تبلیغی جماعت' تحریک شہیدین' الاخوان' عبادات' رسومات' اعمال صالحہ' اخلاقیات اور ایمانیات کے نہایت ہی فکر انگیز اور مربوط درس دیئے گئے۔

شرکاء کی تعداد ایک وقت میں منتظمین کے ساتھ ۴۷ تک پہنچ گئی تھی جبکہ کم سے کم تعداد ۴۲ رہی۔ ناظم اعلیٰ نے تربیت گاہ میں بھی اپنا بھرپور حصہ ادا کیا موصوف ۲۵ جولائی کو تشریف لائے۔ ناظم اعلیٰ نے شرکاء کے انہماک اور تعداد پر اپنی دلی خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے دعوت دین اور اس کا طریقہ کار پر مفصل گفتگو کی۔ محترم ڈاکٹر اقبال صافی صاحب نماز اور اختتام میں حاضر رہے۔ محترم ایاز صاحب اور محمد صدیق صاحب بونیر سے اپنے رفقاء کے ساتھ آئے اور چھ دن تک قیام کیا تاکہ نئے رفقاء کی دلجوئی ہو سکے۔ وارث خان اور محمد صدیق شریف آباد کیل والے بھی رفقاء کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائے۔ روشن علی' خورشید عالم اور حسین احمد اور نگران رہائش گاہ خانزادہ صاحب نے بھی تربیت گاہ کے انتظامی امور میں امیر حلقہ اور راقم کی بھرپور معاونت کی۔ ڈاکٹر صافی صاحب کے رشتہ دار' شریک تربیت حاجی محمد رمضان صاحب نے تمام شرکاء کے لئے ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ شرکاء نے اقبال صاحب کے دھیمے پن اور مدلل انداز تقریر کو بہت پسند کیا جبکہ رحمت اللہ بٹر صاحب کا پرخلوص اور پرجوش طرز خطاب ایک موثر انداز کا حامل تھا' جسے شرکاء نے بے حد پسند کیا۔

تربیت گاہ میں ملتان' ٹوبہ ٹیک سنگھ' پنڈی کیمپ' فیصل آباد اور لاہور سے رفقاء و احباب شریک ہوئے جبکہ حلقہ سرحد سے چارسدہ' صوابی' نوشہرہ' دیر' باجوڑ' بونیر (سوات)' مردان اور پشاور سے آئے۔ اس تربیت گاہ میں احباب اور رفقاء کی تعداد ۵۷ تھی جس میں دس احباب نے دوران تربیت گاہ تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ علاقے کے رہنے والے احباب ۱۵ سے ۱۵ کی تعداد میں اپنی سہولت کے مطابق شریک رہے ہیں۔ شرکائے تربیت نے وارث خان کی قیادت میں کالام اور بحرین کا تفریحی سفر بھی کیا۔

راقم اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہے کہ اس باری تعالیٰ نے حلقہ سرحد اور دیگر علاقوں سے احباب اور رفقاء کی کثیر تعداد کو اس تربیت گاہ میں شریک ہونے کی توفیق دی۔ راقم اور پوری ٹیم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہے کہ ہر لحاظ سے یہ تربیت گاہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ : مولانا غلام اللہ خان' ملاکنڈ ڈویژن)

ضلع قصور کا دو روزہ دعوتی دورہ

ذیلی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ۱۹ جولائی کو رفقائے حلقہ نے نائب ناظم تربیت جناب حافظ محمد اقبال کی زیر قیادت قصور کے لئے عازم سفر ہونے سے پہلے تنظیم کے مرکزی دفتر واقع گڑھی شاہو لاہور میں قیام کیا۔ بعد نماز فجر اخلاص نیت کے موضوع پر درس قرآن کی محفل منعقد ہوئی۔ بعد ازاں شرکاء پروگرام نے ذاتی تعارف کروایا۔ تعارفی نشست کے بعد رفقاء کو "آداب سفر" سے آگاہ کیا گیا۔ ذیلی ناظم حلقہ جناب محمد اشرف وصی اور حلقہ کے ناظم نشر و اشاعت جناب نوید احمد حنفی پہلے ہی قصور پہنچ چکے تھے۔ ناظم حلقہ نے قصور کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل دعوتی خطاب کیا۔ قصور پہنچ کر ناشتہ کیا گیا۔ بعد ازاں تنظیم کے بزرگ ساتھی نعیم اختر صدیقی صاحب نے "دین کے مختلف گوشے" کے موضوع پر مذاکرہ کنڈیکٹ کیا۔ مذاکرے کے بعد دعوتی قافلہ کے رفقاء نے جناب عامر جاوید کے ہمراہ تنظیم اسلامی کی تکمیل دستور خلافت مہم سے عوام کو متعارف کروایا۔ بعد نماز عصر "مومن کے اوصاف" کے موضوع پر مذاکرہ منعقد کیا گیا۔

دوسرے دن بعد نماز فجر قصور ریلوے سٹیشن کی مسجد میں ناظم حلقہ کا درس قرآن ہوا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد "سورہ کہف" پر مذاکرہ ہوا۔ بعد ازاں رفقاء نے مین بازار قصور میں دعوتی و تعارفی مہم سرانجام دی۔ خالد سعید قریشی نے دعوت کے مطالب کے موضوع پر مذاکرہ منعقد کرایا۔ بعد ازاں ناظم حلقہ نے دو رفقاء کے ہمراہ مقامی کاٹن فیکٹری کے مالک جناب محمد سعید سے خصوصی ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مسئلہ سود زیر بحث رہا۔ بعد ازاں ناظم حلقہ نے تکمیل دستور خلافت مہم کے علاوہ تنظیم کی دعوت پر مذاکرہ کنڈیکٹ کیا۔ بعد نماز ظہر ناظم حلقہ نے "بندگی رب" کے موضوع پر دعوتی گفتگو کی۔ للیانی بس اڈا کی مسجد میں محمد اشرف وصی نے "قرب قیامت کی علامت" کے موضوع پر دعوتی خطاب کیا۔

رپورٹ : مزمل احسن شیخ

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶ شمارہ ۲۵
سالانہ زرتعاون ۔/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱-۰۳

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی خبریں

پچاس سال غلطیاں کرتے رہے' اب گولڈن نہیں بلیک جوبلی منانی چاہئے ○ معراج خالد

آدھا ملک گنوانے کے بعد کس چیز کی گولڈن جوبلی منائیں

ملکی تباہی کی ذمہ دار عوام نہیں' سیاسی قیادت ہے

سابق نگران وزیر اعظم ملک معراج خالد نے کہا ہے کہ آدھا پاکستان گنوانے کے بعد قوم کس بات پر گولڈن جوبلی منا رہی ہے۔ قوم کو گولڈن جوبلی نہیں' بلیک جوبلی منانی چاہئے۔ پیر کے روز ہمدرد نونہال اسمبلی کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے ملک معراج خالد نے کہا کہ دنیا بالخصوص بھارت کے مقابلے میں پاکستان نے پچاس سالہ دور میں ناکامیاں ہی ناکامیاں حاصل کی ہیں اور ہر دور میں قوم کا ناکامیوں سے واسطہ پڑا ہے' کامیابی کبھی نظر نہیں آئی۔ انہوں نے کہا کہ جو قوم ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل نہیں کرتی وہ گولڈن جوبلی منانے کی حقدار نہیں۔ پچاس سالہ ناکامیوں کے ادوار کے بعد قوم آج جو گولڈن جوبلی منا رہی ہے وہ گولڈن نہیں بلکہ ناکامیوں کی بلیک جوبلی ہے۔ ملک آج جن بیماریوں میں مبتلا ہے ان بیماریوں کے ذمہ دار عوام نہیں بلکہ سیاسی قیادتیں ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چاہتیں کہ ملک کے ان حالات کو تبدیل کیا جائے کیونکہ انہوں نے دولت اور لوٹ کھسوٹ کی بدولت اپنا ایک الگ پاکستان بنا رکھا ہے۔ دولت کے باعث آج قیادت بھی ان ہی لوگوں کے پاس ہے اور وقار بھی۔ انہوں نے کہا کہ ان حالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے قوم کو میدان عمل میں آنا ہوگا۔ (۵ اگست' روزنامہ پاکستان)

بھارت سے کپاس اور گنے کی درآمد سے ملکی زراعت تباہ ہو جائے گی ○ قاضی حسین احمد

امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت بیرونی طاقتوں کے اشارے پر پاکستان میں زراعت کو مفلوج کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہے' جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حکومت نے چھوٹے کاشتکاروں اور زمینداروں پر ٹیکس عاید کرنے اور بھارت سے کاٹن اور خام چینی کی درآمد کی اجازت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور یہاں کے 76 فیصد عوام کے روزگار کا دارومدار زراعت پر ہے لیکن حکومت نے زراعت کی ترقی کے لئے اقدامات کرنے کی بجائے چھوٹے کاشتکاروں اور زمینداروں کو پھانسنے کی پالیسی اختیار کی ہے اور دیہاتوں میں بھی سیلز ٹیکس رجسٹریشن کو لازمی قرار دے دیا ہے اور انہیں کرپٹ سرکاری اداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج سے جماعت اسلامی پنجاب نے کسانوں اور زمینداروں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر ٹیکسوں کے خلاف احتجاجی تحریک کا آغاز کر دیا ہے' جس کے نتائج جلد سامنے آجائیں گے۔ کپاس اور خام چینی کی درآمد کرنے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ پاکستان کی زراعت کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ پہلے ہی یہاں گندم کا بحران پیدا ہو رہا ہے۔ بھارت سے کپاس اور خام چینی کی درآمد سے ان فصلوں کا کاشتکار بھی تباہ ہو جائے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ چھوٹے کاشتکاروں کو کھاد' بیج اور ادویات پر سب سڈی دی جائے۔ (روزنامہ خبریں' ۴/اگست)

امریکی انتظامیہ اٹارنی جنرل کو اپنا بیان واپس لینے کی کوشش کرے گی ○ امریکی سفیر

پاکستان نے امریکی سفیر کو وزارت خارجہ میں طلب کرکے امریکہ میں ایمل کانسی کے مقدمے کی سماعت کے دوران امریکی اٹارنی جنرل کے اس بیان پر باضابطہ احتجاج کیا ہے' جس میں انہوں نے امریکی حکام کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ ایسے حالات میں جب کہ پاکستانی چند ہزار ڈالروں کے لئے اپنی ماں کو بیچ دیتے ہیں' انہیں ایمل کانسی کی گرفتاری کے لئے 20 لاکھ ڈالر کیوں ادا کئے گئے۔ پاکستان نے اسلام آباد میں تعینات امریکہ کے سفیر تھامس سائمنز سے معاملے کی سنگینی پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ پاکستان نے امریکی سفیر پر واضح کیا ہے کہ پاکستان کے عوام اپنے بارے میں ایسے نازیبا ریمارکس برداشت نہیں کرسکتے۔ مبینہ طور پر امریکی سفیر نے کہا کہ درحقیقت امریکہ میں بہت سے غیر معروف پراسیکیوٹر ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو سفارتی ناشائستگی کے زمرے میں آتی ہیں۔ امریکی انتظامیہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گی اور اس پراسیکیوٹر کو اپنے مبینہ ریمارکس نہ صرف واپس لینے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کرے گی بلکہ پراسیکیوٹر کو عدالت میں اپنے ریمارکس پر معذرت پر بھی آمادہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ (روزنامہ جنگ' ۲/اگست)

کوئی دوسرا ادارہ پارلیمنٹ پر بالادستی کا دعویٰ نہیں کرسکتا ○ یاسین وٹو

پارلیمانی امور کے وفاقی وزیر میاں یاسین خان وٹو نے کہا ہے کہ پارلیمنٹ کو ملک کے تمام اداروں پر بالادستی حاصل ہے۔ کوئی بھی ادارہ پارلیمنٹ سے بالادست نہیں۔ جو ادارہ آئین سازی کا اختیار رکھتا ہے کوئی دوسرا ادارہ اس پر بالادستی حاصل نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ سپریم ادارہ ہے اور اس کی بالادستی کو اب کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ انہوں نے پارلیمنٹ کے بارے میں ایک اعلیٰ عدالت کے ریمارکس پر تبصرہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت عدلیہ کے اختیارات کو کم نہیں کرنا چاہتی اور عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری کا احترام کرتی ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت' ۲/اگست)

دوست ممالک کی ناراضی کا خطرہ' مہاتیر محمد کا پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب منسوخ

معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد کا پارلیمنٹ سے خطاب کا پروگرام منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اب ملائیشیا کے وزیر اعظم 14/اگست کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب نہیں کریں گے۔ ذرائع کے مطابق وزیر اعظم نواز شریف نے اپنے دورہ ملائیشیا کے دوران پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کی دعوت نہیں دی۔ منسوخی کا فیصلہ وزیر اعظم نے خارجہ امور کے ماہرین سے مشورہ کے بعد کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے قریبی دوست ممالک ناراض ہو جائیں گے۔ (روزنامہ پاکستان' ۴/اگست)